بسم اللہ الرحمن الرحیم
ورفعنا لک ذکرک
ترجمہ: اور ہم نے آپ کے لیے آپ کا ذکر بلند کیا ہے
با محمد صلی اللہ علیہ وسلم با وقار
از
حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی رحمۃ اللہ علیہ
خلیفہ مجاز
امام الاولیاء حضرت مولانا احمد علی لاہوری قدس سرہ
باہتمام
دار الارشاد، مدنی روڈ، اٹک شہر، پاکستان (فون ۲۴۸۴)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَرَفَعۡنَا لَکَ ذِکۡرَکَ

ترجمہ

اور ہم نے آپ کے لیے آپ کا ذکر بلند کیا ہے

با محمد ﷺ باوقار

پیش کردہ

قاضی محمد زاہد الحسینی رحمۃ اللہ علیہ

شائع کردہ :

قاضی محمد ثاقب الحسینی، دارالارشاد

مدنی روڈ، اٹک شہر، پاکستان

نام کتاب ــــــــــ با محمد صلی اللہ علیہ وسلم باوقار
مؤلف ــــــــــ مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی رحمۃ اللہ علیہ
ضخامت ــــــــــ ۱۸۴ صفحات
کتابت ــــــــــ ابو عثمان محمد لطیف گیلانی
طبع اول ــــــــــ ستمبر ۱۹۸۶ء
طبع دوم ــــــــــ اگست ۱۹۸۹ء
طبع سوم ــــــــــ دسمبر ۱۹۸۹ء
طبع چہارم ــــــــــ ستمبر ۱۹۹۰ء
طبع پنجم ــــــــــ مارچ ۱۹۹۸ء
پریس ــــــــــ ایس ٹی پرنٹرز گوالمنڈی راولپنڈی
قیمت ــــــــــ ۸۰/ روپے علاوہ ڈاک خرچ
ناشر ــــــــــ دار الارشاد مدنی روڈ اٹک شہر

فہرست مضامین

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اِنَّآ اَرۡسَلۡنٰکَ شَاہِدًا وَّ

ہم نے آپ کو بھیجا گواہ اور خوشی اور ڈر سنانے والا تاکہ تم

مُبَشِّرًا وَّنَذِیۡرًا ۙ لِّتُؤۡمِنُوۡا بِاللّٰہِ وَرَسُوۡلِہٖ وَ

یقین لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اس کی مدد کرو اور اس کا

تُعَزِّرُوۡہُ وَتُوَقِّرُوۡہُ ؕ وَتُسَبِّحُوۡہُ بُکۡرَۃً وَّاَصِیۡلًا ۙ

ادب رکھو اور اس کی پاکی بولو صبح اور شام

پ ۲۶، سورۃ الفتح آیت ۸، ۹

ھدیۂ عقیدت

بدربارِ پُر انوار سدا بہار
رفیقِ غار شریکِ مزار
سیّدِنا ابُوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ
جن کے جذبۂ عشقِ نبوی نے تحفّظِ
شانِ نبوّت میں بے نظیر
کردار ادا کیا

احقر مرتب غفرلہٗ
(حضرت قطب عالم رحمۃ اللہ علیہ)

مقدمہ طباعت دوم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ اَرْسَلَہٗ رَحْمَۃً لِّلْعَالَمِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

اِس گنہگار نے آج سے دو سال پہلے ایک کتاب بہ نام (یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم) باوقار لکھنے کی سعادت حاصل کی، جس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ آج جبکہ سیدِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے نہ صرف مسلمان بلکہ غیر مسلم بھی واقف ہیں اور اس کا اقرار بھی کرتے ہیں کہ ساری دنیا میں امن، عافیت اور قیامت کی سُرخروئی اور نجات اسی ذاتِ عالی صفات کے مقدس دامن سے وابستگی ہی میں ہے، مگر اس اعتراف کے باوجود شر و فساد نے ساری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے اور مسلمان مسلمان کے خون کا پیاسا اور اس کے مال و دولت، عزت و ناموس پر حملہ آور ہے۔ آخر اس کی وجہ کیا ہے؟ کافی غور و فکر کے بعد یہ حقیقت سامنے آئی کہ آج اکثر مسلمانوں کے دلوں میں سیدِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ شانِ رفیع اور وہ محبت نہیں جو آپ کے ارشاداتِ عالیہ پر عمل کے لیے ضروری ہے۔ چنانچہ یا محمد باوقار میں اسی مقامِ رفیع کو بیان کیا گیا اور اسی مقامِ رفیع پر کسی بھی صورت میں حملہ آور کی شرعی سزا کو قرآن و حدیث، اجماعِ اُمت کی روشنی میں واضح طور پر پیش کیا گیا جو اس مقامِ رفیع کے تحفظ کے لیے ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس مضمون کی اہمیت اور ضرورت کو پوری طرح محسوس کیا گیا۔ مُلک کے اُن رسائل نے جو دینی اقدار اور عقائدِ اسلامیہ کے محافظ ہیں اِس

مضمون کو نمایاں طور پر شائع کیا جن میں سے بینات، کراچی اور الحق اکوڑہ خٹک، خصوصی طور پر قابلِ ذکر ہے۔ وطنِ عزیز کے پریس نے بھی اس کی افادیت کو محسوس کرتے ہوئے اپنے موقر جرائد میں اسے نمایاں طور پر شائع کیا۔ جیسا کہ روزنامہ جنگ راولپنڈی نے ۲۲ جولائی ۱۹۸۶ء کی اشاعت میں: رحمتِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف لب کشائی کی سزا کے عنوان سے اسے شائع کیا۔ اس مقدس اور ضروری مضمون کی اشاعت نے رشدی جیسے ملحد کے کافرانہ افکار کے دفاع میں بحمدہٖ تعالیٰ مؤثر اور کامیاب کردار ادا کیا۔

چنانچہ انٹرنیشنل اسلامک مشن انگلینڈ نے اگست ۱۹۸۹ء میں انٹرنیشنل تحفظ ناموسِ مصطفیٰ کانفرنس منعقدہ ویمبلے سنٹرل ہال لندن کے موقع پر بہترین طباعت کے ساتھ ہزاروں کی تعداد میں تقسیم کرنے کی سعادت حاصل کی۔

بحمدہٖ تعالیٰ عشاقانِ سیدِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طلب پر اب دوسری بار کئی مفید اضافوں کے ساتھ شائع کرنے کی سعادت حاصل کی جا رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور سب مسلمانوں کو مقامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

محتاجِ شفاعت رحمتِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم

محمد زاہد الحسینی غفرلہٗ

۱۱ ربیع الثانی ۱۴۱۰ھ مطابق ۱۱ نومبر ۱۹۸۹ء

بروز جمعۃ المبارک

ف:۔ صدیقی ٹرسٹ کراچی نے شاتمِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شرعی حکم مستقل رسالہ کی صورت میں شائع کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ جزاہ اللہ خیر الجزاء

مقدمہ طباعت اوّل

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد للّٰہ ربّ العالمین الرّحمٰن الرّحیم والصلوٰۃ والسلام
علیٰ من ارسلہٗ رحمۃ للعالمین ورفع درجاتہٖ علی
الانبیاء والمرسلین وعلیٰ اٰلہٖ واصحابہ الذین
سعدوا بلقائہٖ ورضاءہٖ اٰمنین۔ آمین

امّا بعد!

آجکل دنیا کا ہر انسان کسی نہ کسی آسمانی یا انسانی نظریہ کا پیروکار ہے اور اسی کو نہ صرف اپنے لیے بلکہ کُل انسانوں کے لیے باعثِ فلاح سمجھتا ہے اور اس کی عام اشاعت اور ترویج کے لیے سرگرم عمل ہے۔ حتیٰ کہ ان نظریات میں سے بعض ایسے مذاہب بھی ہیں جن کے بانی کے حالات سے تاریخ بے خبر ہے اور ان کے نظریات و افکار کا وجود نہیں، مگر پھر بھی اس کے پیروکار اپنے ایجاد کردہ نظریات کو ان کی نسبت سے شائع کر رہے ہیں۔ جس نشر و اشاعت کا مرکزی نقطہ اس نظریہ کے بانی کی عظمت بلکہ معصومیت تک کو قرار دیا جا رہا ہے، اور اس کی گفتار، کردار کو اس قابل بنائے جانے کی کوشش کی جاتی ہے کہ دنیا صرف اسی کو اپنے لیے فلاح کا ذریعہ سمجھے۔

مگر اس کے برعکس اللہ تعالیٰ کے دینِ کامل، دینِ رحمت اور ابدی نظام سعادت کو زبانی طور سے ماننے والے کچھ لوگ:۔

"تحقیق اور ریسرچ کے عنوانات سے اس دینِ کامل کے بارہ
ایسا رویہ اختیار کیے ہوئے ہیں کہ دوسروں کو اس نظام کی افادیت

اور اس دین کے قبول کرنے کی ترغیب اور ضرورت کے بجائے اس کی اقرار کو مشکوک بنایا جارہا ہے!!

اور اس تحقیق بے توفیق کا بڑا موضوع رحمتِ دوعالم، حضور سیدِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات وصفات کو بنایا جارہا ہے۔ کہیں تو:۔

بعض عقائد کی بحث میں ایسا طریقہ اختیار کیا جارہا ہے جس سے بے ادبی آشکارا ہوتی ہے۔ اور کہیں:۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو ابدی رسالت ماننے سے انکار کیا جارہا ہے۔ اور کہیں:۔

آپ کی سیرتِ طیبہ اور صورتِ مقدسہ بیان کرنے والے لٹریچر کو عجمی سازش کہا جارہا ہے۔ اور کہیں:۔

دینِ اسلام کے عینی گواہوں کو اسلام کا دشمن ظاہر کیا جارہا ہے۔ اور کہیں:۔

حضور سیدِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لائے ہوئے دینِ کامل میں کمی بیشی کی جارہی ہے۔ اور کہیں:۔

حضور سید دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی قائدانہ حیثیت سے عملاً انکار کیا جارہا ہے۔ اور کہیں:۔

بعض بدبختوں کو حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے بہت بہتر کہا جارہا ہے۔

غرضیکہ دینِ اسلام کے خلاف سازشوں اور سارے فتنوں کا نشانہ ذاتِ سید دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو قرار دیا جارہا ہے، حالانکہ:۔

کسی شخصیت کی تعظیم ہی پیروی کا ذریعہ ہوتی ہے

اکثر یہ سوال کیا جاتا ہے کہ آج کے اس لکھے پڑھے دور میں جبکہ:۔

سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر دنیا کی تمام مستعمل زبانوں میں لکھا گیا ہے اور لکھا جا رہا ہے۔

- اسی عنوان سے عظیم الشان جلسے اور جلوس نکالے جا رہے ہیں۔
- اسی مقدس عنوان پر تحریری اور تقریری مقابلے ہو رہے ہیں۔
- اسی مبارک موضوع پر ذرائع ابلاغ اکثر مضامین اور ہدیۂ نعت پیش کرتے رہتے ہیں۔

ان سب امور کے باوجود مسلمانوں میں اتباع شریعت اور اطاعت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دن بدن کم ہوتی جا رہی ہے، آخر اس کی کیا وجہ ہے؟

اِس کی صرف اور صرف ایک ہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کے دلوں میں وہ عظمت اور احترام نہیں جو پہلے زمانہ کے مسلمانوں میں تھا۔

یاد رہے کہ حضور سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب اور احترام دین کا ایک شعبہ اور حصّہ نہیں بلکہ دین کا دُوسرا نام ہے۔ اگر وقار اور احترام ہے تو دین موجود ہے ورنہ دین ہرگز نہیں۔ حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا:۔

اما انتهاك عِرض رسول الله صلى الله عليه وسلم فانه منافٍ لدين الله بالكلية فانّ العِرض متى انتهك سقط الاحترام والتعظيم فسقط ما جاء به الرسالة فبطل الدين فقيام المدحة والثناء عليه والتعظيم والتوقير له قيام الدين كله وسقوط ذلك سقوط الدين كله۔ (الصارم ص ۲۱۴)

سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں گستاخی یہ اللہ تعالیٰ کے دین کے بالکل خلاف ہے کیونکہ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس کے درپے ہونے سے احترام اور تعظیم بالکل ساقط ہو جاتا ہے جس سے رسالت کے احکام ساقط ہو جاتے ہیں اور دین باطل ہو جاتا ہے اس لیے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح وثناء، تعظیم اور توقیر ہی سارے دینِ اسلام کا قیام ہے اور اسی احترام اور توقیر کے نہ ہونے سے سارا دین ختم ہو جاتا ہے۔

تحدیثِ نعمت

اس گنہگار پر اللہ تبارک وتعالیٰ کے بے انتہا احسانات میں سے چند احسان یہ ہیں کہ :۔

میرے والدین مرحومین نے میرا نام محمد زاہد رکھا، چنانچہ جس نے پکارا اور جب میں نے خود کبھی اپنا نام لکھا تو اسی طرح لکھا۔ میرے نام کی ابتداء بلکہ نام کی برکت اور سعادت اسی اسمِ گرامی سے ہے۔ الحمدللہ علیٰ ذٰلک

علامہ بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے قصیدہ بردہ میں یہ ارشاد فرمایا ہے ؎

فانّ لی ذمۃً منہ بِسَمِیَ
محمّدًا وھو اوفی الخلقِ بالذّمم

اس کا ترجمہ شیخ الہند مولانا محمود حسن کے والد ماجد مولانا ذوالفقار علی رحمۃ اللہ علیہما نے یہ فرمایا ہے :۔

"میرے پدر (والد) نے میرا نام محمّد رکھا، اور حدیث شریف میں وارد ہے کہ جس کا نام محمّد ہوگا وہ دوزخ میں نہیں جائے گا۔ اور یہاں خیال عہد شکنی ممکن نہیں ہے کیونکہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم وفائے عہد میں تمام خلق سے بہت بڑھے ہوئے ہیں"

(عطر الوردہ صفحہ ۹۲)

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے روایت فرمایا ہے کہ :۔

"قیامت کے دن ایک اعلان ہوگا کہ جس کے نام میں محمد کا کلمہ موجود ہے وہ جنت میں چلا جائے" (الشفاء جلد ۱ ص ۱۰۵)

جب اللہ تعالیٰ نے دین کی اشاعت کے لیے قلم سے کام لینے کی سعادت بخشی تو اس قلم سے کئی رسائل اور کتب ایسی لکھی گئیں جن کا تعلق رحمتِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ رفیع کے ساتھ ہے۔ جیسا کہ:۔

پہلی مختصر مگر جامع کتاب سیرت سید دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم پر لکھنے کی سعادت ملی جس کا نام شانِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) رکھا، جو اردو زبان میں کئی بار طبع ہوئی۔ اور ایک بار گجراتی زبان میں طبع ہوئی۔

بعض بے دینوں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے شفیع ہونے کا انکار کیا تو احقر نے اس موضوع پر ایک رسالہ مقام محمود نامی لکھا۔

آج سے تقریباً ۲۵ سال پہلے جب دین اسلام کے خلاف ایک فتنہ انکارِ حدیث کا اٹھا۔ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اس قلم سے ضرورتِ حدیث نامی ایک کتاب تحریر کرائی جو قبولیتِ عامہ سے مشرف ہوچکی ہے۔

اسی طرح آج سے تقریباً بیس سال پہلے جدید معتزلہ نے سیدِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ابدی اور دوامی نبوت ورسالت کے خلاف اپنے خبثِ باطن کا مظاہرہ کیا تو سب سے پہلے اسی قلم نے ایک کتاب رحمتِ کائنات کے عنوان سے شائع کرنے کی سعادت حاصل کی جو عنقریب آٹھویں[۱] بار کئی اضافوں کے ساتھ شائع ہوگی۔ انشاء اللہ

الحمدللہ اسی پاکیزہ جذبہ، عقیدت اور محبتِ ایمانی سے سرشار ہوکر یا محمد باوفا لکھنے کی سعادت حاصل کی جارہی ہے، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور سب مسلمانوں کے دلوں میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو راسخ فرماکر اتباع اور اطاعت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بحرمۃ طٰہٰ ویٰس

محتاجِ شفاعت:۔ قاضی محمد زاہد الحسینی غفرلہٗ

[۱] اب انشاء اللہ جلد ہی بارھویں بار طبع ہو رہی ہے۔

اسمِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا وقار و احترام

اللہ تعالٰے نے جس قدر انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرمایا ہے ان کے ناموں کو عزت اور ادب کے ساتھ پکارنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا :-

وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ (الصّٰفّٰت آیت ۷۸)

ترجمہ :- "اور ہم نے ان سے بعد آنے والوں پر لازم قرار دے دیا ہے کہ وہ ان انبیاء پر سلام کہیں ۔"

مگر خود ان کے اسماء گرامیہ میں وقار کا ظہور اس طرح نہیں جس طرح سیدِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی میں وقار اور احترام کا ظہور ہے ۔ اس لیے کہ :-

محمد کا معنٰی ہی یہ ہے کہ وہ ذاتِ عالی جس کی سب سے زیادہ تعریف کی جائے اور کہی جائے ۔ قرآنِ عزیز میں مندرجہ ذیل آیات میں ارشاد فرمایا :-

مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ ۔ (الفتح آیت ۲۹) محمد اللہ تعالٰے کے رسول ہیں ۔

اس آیت میں آپ کے رسول ہونے کے لیے اسم گرامی **محمد** ارشاد فرمایا اور اس رسالت اور پیغام پر ایمان لانے کا حکم دیتے ہوئے بھی **محمد** ہی کا اسم گرامی ارشاد فرمایا :-

وَآمَنُوا بِمَا نُزِّلَ عَلَىٰ مُحَمَّدٍ وَهُوَ الْحَقُّ مِن رَّبِّهِمْ ۔ (سورۂ محمد ۲) | اور ایمان لائے اس ساری وحی پر جو اتاری گئی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ......

آپ کے آخری اور کامل ہونے کو ارشاد فرماتے ہوئے فرمایا :-

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ | محمد باپ نہیں کسی کا تمہارے مردوں ۔

وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا (الاحزاب ۴۰)	ہیں، لیکن رسول ہے اللہ کا اور مہر سب نبیوں کو اور اللہ سب چیز جانتا ہے۔

(ف ۱) مشہور محدث شارح مسلم امام شرف الدین نووی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ تسمیہ میں فرماتے ہیں:۔

"حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھرانہ پر یہ القا ہوا تھا کہ اس بچہ کا نام محمد اور احمد رکھنا" (نووی جلد ۲ صـ ۲۶۱)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا عبد المطلب سے جب اس مبارک نام کے رکھنے کی وجہ دریافت کی گئی تو عبد المطلب نے فرمایا:۔

"تاکہ اللہ تعالیٰ آسمانوں میں اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق زمین میں اس کی تعریف اور توصیف کرے" (فتح الباری جلد ۷ صـ ۱۲۴)

(ف ۲) جب قریش مکہ نے آپ کی شانِ رفیع میں گندہ دہنی کا ارتکاب کیا تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کا دفاع کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:۔ الا ترون کیف یصرّف اللّٰہ عنی شتم قریش ولعنہم یشتمون مذممًا وَاَنَا مُحَمَّدٌ (صلی اللہ علیہ وسلم)

اس کی تشریح کرتے ہوئے حافظ ابن تیمیہ نے فرمایا:۔ فنزہ اللّٰہ اسمہ ونعتہ عن الاذی وصرف ذٰلک الی من ھو مذمم وان کان المؤذی انما قصد عینہ۔ (الصارم صـ ۱۶۲)

اس کی وضاحت کرتے ہوئے حافظ ابن حجر نے فرمایا ہے کہ:۔

قریشِ مکہ میں سے کافر لوگ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی محمد اپنی زبان سے نہ بولتے تھے کہ اس میں تعریف اور مدح کا ظہور ہے، بلکہ وہ جب کوئی بات سیدِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کہنا چاہتے تو یوں کہتے فعل اللّٰہ بمذمم کذا۔ تو سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اسم مبارک کے تحفظ کی ایک صورت یہ بیان فرما دی کہ میں تو محمد ہوں اور وہ مذمم کی بات کر رہے ہیں۔ (فتح جلد ۲ صـ ۴۰)

ف۱:۔ چوتھی صدی ہجری کے محدث حافظ ابن بکیر بغدادیؒ نے محمد اور احمد نام کے فضائل پر ایک مستقل کتاب لکھی ہے۔

ف۲:۔ قرآنِ عزیز میں انبیاء کرام علیہم السلام کو خطاب کرتے ہوئے اُن کے ذاتی اسماء کو ارشاد فرمایا:۔

آیت	ترجمہ
یٰاٰدَمُ اسْکُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ۔ (بقرہ ۳۵)	اے آدم بس تو اور تیری عورت جنت میں۔
یٰنُوْحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا (سورہ ھود ۴۸)	اے نوح اُتر سلامتی کے ساتھ ہماری طرف سے۔
یٰاِبْرٰهِیْمُ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْیَا اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ (سورۃ الصّٰفّٰت ۱۰۵-۱۰۴)	اے ابراہیم تو نے سچ کر دکھایا خواب، ہم یوں دیتے ہیں بدلہ نیکی کرنے والوں کو۔
یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِیْفَةً فِی الْاَرْضِ۔ (صٓ ۲۶)	اے داؤد ہم نے کیا تجھ کو نائب ملک میں۔
یٰمُوْسٰۤی اِنِّی اصْطَفَیْتُكَ عَلَی النَّاسِ بِرِسٰلٰتِیْ وَبِكَلَامِیْ (الاعراف ۱۴۴)	اے موسیٰ میں نے تجھے امتیاز دیا لوگوں سے اپنا پیغام بھیجنے کا اور اپنے کلام کرنے کا۔
یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَاُمِّیَ اِلٰهَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ۔ (المائدہ ۱۱۶)	اے عیسیٰ مریم کے بیٹے کیا تو نے کہا تھا لوگوں کو کہ ٹھہراؤ مجھ کو اور میری ماں کو دو معبود، سوائے اللہ کے۔

مگر سیدِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب خطاب فرمایا تو ان کے صفاتی ناموں سے

پکارا، ان میں بھی عظمت اور وقار اجاگر ہے، فرمایا:۔

آیت	ترجمہ
یٰسٓ ۝ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ ۝ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ (سورہ یٰس ۱تا۳)	اے سید دوعالم! قسم ہے اس پکے قرآن کی بے شک آپ رسولوں میں سے ہیں۔
يٰٓاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۝ قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ (المزمل ۱،۲)	اے کپڑے میں لپٹنے والے کھڑا رہ رات کو مگر کم۔
يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝ قُمْ فَاَنْذِرْ ۝ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝ (المدثر ۱،۲،۳)	اے لحاف میں لپٹنے والے کھڑا ہو پھر ڈر سنا اور اپنے رب کی بڑائی بول۔
طٰهٰ ۝ مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓى ۝ (سورہ طٰہٰ ۱،۲)	اے طٰہٰ! اس واسطے نہیں اتارا ہم نے آپ پر قرآن کہ آپ محنت میں پڑیں۔
يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۝ (الاحزاب ۴۵)	اے نبی ہم نے بھیجا آپ کو بتانے والا اور خوشی سنانے والا اور ڈرانے والا۔ ....
يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۔ (المائدہ ۶۷)	اے رسول، پہنچا دیجیے جو آپ پر اترا آپ کے رب کی طرف سے۔

ان تمام آیات میں آپ کو ان صفاتی ناموں کے ساتھ مخاطب فرمایا جن کا تعلق آپ کی سیرت اور عظمت کے ساتھ پوری طرح وابستہ ہے۔

سورۃ الانبیاء میں بہت سے انبیاء علیہم السلام کے حالات ارشاد فرمائے مگر حضور سید دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی رحمتوں کا یوں ذکر فرمایا:۔

آیت	ترجمہ
وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ (آیت ۱۰۷)	اور ہم نے تو آپ کو تمام جہانوں کیلئے رحمت ہی بنا کر بھیجا ہے

اسی ارشادِ قرآنی کی تفسیر حضور سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمائی ہے :-

اِنَّمَا اَنَا رَحْمَۃٌ مُّھْدَاۃٌ۔ (مشکوٰۃ باب اسماء النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

اس کی تشریح ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے یوں فرمائی :-

"میں اللہ تعالیٰ کی وہ رحمت ہوں جس کو اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو تحفہ کے طور پر عطا فرمایا ہے جس نے اللہ تعالیٰ کا یہ ہدیہ قبول کیا وہ کامیاب ہو جائے گا اور جس نے قبول نہ کیا وہ ذلیل اور خوار ہوگا" (مرقاۃ)

اسی عنوان سے دورِ حاضر کے محدثِ کبیر علامہ انور شاہ کاشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے دربارِ رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں جو منظوم خراجِ عقیدت پیش کیا ہے اس کے چند ایمان افروز اشعار با ترجمہ ہدیۂ ناظرین ہیں ؎

۱۔ اے آنکہ ہمہ رحمت مھداۃ قدیری	باراں صفت بحر سمت ابر مطیری
۲۔ معراج تو کرسی شدہ و سبع سماوات	فرش قدمت عرش بریں سدرہ سریری
۳۔ بہ فرق جہاں پایہ پائے تو شدہ ثبت	ہم صدر کبیر و ہم بدر منیری
۴۔ ختم رسل و نجم سبل صبح ہدایت	حقا کہ نذیری تو و الحق کہ بشیری
۵۔ آدم بصف محشر و ذریتِ آدم	در ظلِ لوایت کہ امامی و امیری

ترجمہ اشعار (۱) اے وہ ذات جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدیۂ رحمت ہے بارش کی طرح برسنے والی، سمندر کی طرح علوم کا خزانہ اور برسنے والا بادل ہے۔ (۲) آپ کا معراج سات آسمان، کرسی اور آپکے قدم کا فرش عرش اور آپ کا تخت سدرۃ المنتہٰی ہوا (۳) سارے جہان کی چوٹی پر آپ کا قدم ثابت ہے آپ سب سے بڑے صدر بھی ہیں اور چودھویں رات کا چمکنے والا چاند بھی ہیں (۴) آپ سب رسولوں کو ختم کرنے والے، ہدایت کے ستارے، ہدایت کی صبح ہیں، آپ بشیر ہیں اور نذیر بھی ہیں (۵) حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی سب اولاد قیامت کے دن آپ کے جھنڈے کے تلے ہوں گے کہ آپ امام الانبیاء ہیں اور اس مقدس جماعت کے امیر بھی ہیں۔

(ف) ہر نبی علیہ السلام کو بشر ہونے کے باوجود مافوق البشر خصوصیات عطا کی جاتی ہیں، بالفاظ ڈاکٹر سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ :-

"جس طرح ہمارا نفس اور ہماری روح یا ہمارے جسم کی پُراسرار مخفی قوت ہمارے کالبدِ خاکی پر حکمران ہے اور ہمارے اعضا اور جوارح اس کے ایک ایک اشارہ پر حرکت کرتے ہیں، اسی طرح نبوت کی روحِ اعظم اذنِ الٰہی سے سارے عالم جسمانی پر حکمران ہو جاتی ہے اور روحانی دُنیا کے سُنن و اصول عالمِ جسمانی کے قوانین پر غالب آجاتے ہیں، اس لیے وہ چشم زدن میں فرشِ زمیں سے عرشِ بریں تک عروج کر جاتی ہے، سمندر اس کی ضرب سے تھم جاتا ہے، چاند اس کے اشارے سے دو ٹکڑے ہو جاتا ہے، اس کے ہاتھوں کی دی ہوئی چند روٹیاں ایک عالم کو سیر کر دیتی ہیں، اس کی انگلیاں پانی کی نہریں بہاتی ہیں، اس کے نفسِ پاک سے بیمار تندرست ہو جاتے ہیں اور مُردے جی اُٹھتے ہیں، وہ تنہا مٹھی بھر خاک سے پوری فوج کو تہ و بالا کر سکتا ہے۔ کوہ، صحرا، بحر و بر، جاندار اور بے جان بحکمِ الٰہی سب اُس کے آگے سرنگوں ہو جاتے ہیں۔"

(سیرۃ النبی، جلد ۳، صفحہ ۳)

(ف) قرآن و حدیث، اجماعِ امت کی روشنی میں اسلام کا نبوت کے بارہ میں وہی عقیدہ ہے جو سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا مگر ابوالاعلیٰ مودودی صاحب نے نبی کا جو تعارف کرایا ہے وہ اُن کے اس مقالہ میں موجود ہے جو اسلامک کونسل آف یورپ لندن منعقدہ اپریل ۱۹۷۶ء کے لیے بھیجا گیا تھا جس کا عنوان "اسلام کس چیز کا علمبردار ہے" ہے، اس مقالہ میں یوں تعارف کرایا گیا ہے :-

"نہ وہ فوق البشر ہے نہ بشری کمزوریوں سے بالاتر ہے۔" (ترجمان القرآن، اپریل ۱۹۷۶ء)

سید دو عالم امام الانبیاء خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا جامع تعارف نہایت ہی ادیبانہ کلمات میں دیوبند کے ناموُر سپوُت، سابق ریاست حیدر آباد دکن کے صدر شعبۂ دینیات مولانا سید مناظر احسن گیلانیؒ کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیں۔

"یوں آنے کو تو سب ہی آئے، سب ہی میں آئے، سب جگہ آئے (سلام ہو ان پر) کہ بڑی کٹھن گھڑیوں میں آئے، لیکن کیا کیجئے کہ ان میں جو بھی آیا جانے کے لیے آیا۔

پر ایک اور صرف ایک جو آیا اور آنے ہی کے لیے آیا، وہی جو ابھرنے کے بعد پھر کبھی نہیں ڈوبا۔ چمکا، اور چمکتا ہی چلا جا رہا ہے۔ بڑھا اور بڑھتا ہی چلا جا رہا ہے، چڑھا اور چڑھتا ہی چلا جا رہا ہے۔ سب جانتے ہیں اور سبھوں کو جاننا ہی چاہیئے، کہ جنہیں کتاب دی گئی اور جو نبوت کے ساتھ کھڑے کیے گئے، برگزیدوں کے اس پاک گروہ میں اس کا استحقاق صرف اسی کو ہے اور اس کے سوا کس کو ہو سکتا ہے، جو پچھلوں میں بھی اس طرح ہے جس طرح پہلوں میں تھا۔ دُور والے بھی اس کو ٹھیک اسی طرح پا رہے ہیں اور ہمیشہ پاتے رہیں گے جس طرح نزدیک والوں نے پایا تھا۔ جو آج بھی اسی طرح پہچانا جاتا ہے اور ہمیشہ پہچانا جائے گا جس طرح کل پہچانا گیا تھا۔ کہ اسی کے اور صرف اسی کے دن کے لیے رات نہیں ——— ایک اسی کا چراغ ہے جس کی روشنی بے داغ ہے"

(النبی الخاتم ص ۱۳، ۱۴)

عقیدہ ۵ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا ضروری ہے کہ آپ جس طرح ہر نبی علیہ السلام سے افضل ہیں اسی طرح سب انبیاء علیہم السلام کے مجموعہ سے بھی افضل ہیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم

محبوبیت اسم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی میں وہ محبوبیت اور کشش ہے جو دوسرے کسی نام میں نہیں، آج دنیا میں جس نام کو عزت، محبت اور کثرت سے لیا جاتا ہے وہ صرف اور صرف اسم محمد ہے (صلی اللہ علیہ وسلم)

امام مالک علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے کہ اہل مکہ کے یہاں یہ بات مشہور ہے کہ جس گھر میں محمد نام والا ہوتا ہے وہ گھرانہ پھلتا پھولتا ہے اور اُن کو اور اُن کے پڑوسیوں کو رزق زیادہ دیا جاتا ہے۔ (الشفاء جلد ا ص ۱۰۵)

چنانچہ بعض خاندانوں میں تو مسلسل محمد ہی نام رکھا جاتا ہے اور رکھا گیا ہے، جیسا کہ تونس کے ایک عالم باعمل کا نام ابن الوابرکات محمد بن محمد بن محمد بن محمد بن محمد بن محمد بن محمد بن محمد بن محمد بن محمد بن محمد بن محمد (دس پشت تک محمد ہی تھا) نے مدینہ منورہ میں کافی زمانہ گذارا جب وہاں سے جانے کا ارادہ کیا تو سید دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواب میں فرمایا تو نے کس طرح ہماری جدائی گوارا کرلی، چنانچہ واپس واپس لوٹے اور وہیں ۷۴۲ھ میں انتقال فرمایا۔ (رحمت کائنات ص ۲۵۱)

(ف) حضرت قطب الارشاد مولانا رشید احمد گنگوہی علیہ الرحمۃ نے اپنے صاحبزادہ کا نام محمد محمود احمد رکھا تھا۔ جو آپ کی حیات میں وصال فرما گئے تھے۔

بلکہ بعض عشاق نے جو اموات کے لیے بھی قبرستان میں اس عظمت اور وقار کو شانِ امتیاز دے کر محمدیوں کے لیے علیحدہ قبرستان بنائے ہیں، جیسا کہ:-

"سمرقند کے شہر ماکردین میں ایک قبرستان ہے جس کا نام تربۃ المحمدین

ہے، یعنی اس قبرستان میں صرف اُن ہی اموات کو دفن کیا جاتا ہے
جن کا نام محمد ہو، (صلی اللہ علیہ وسلم)

چنانچہ چھٹی صدی ہجری تک اس قبرستان میں چار سو سے زیادہ صاحب تصنیف و افتاء اہل علم مدفون تھے۔ جب ۵۹۳ھ میں شیخ الاسلام بُرہان الدین مرغینانی صاحب ھدایہ کا انتقال ہوا تو اُن کو بھی اس قبرستان میں دفن کرنے کی اجازت نہ دی گئی کہ ان کے نام میں محمد کا مبارک کلمہ نہیں، چنانچہ اُن کو قریب ہی اس قبرستان کے باہر دفن کیا گیا۔ (الجواہر جلد ا صک مقدمۃ الہدایہ ص۲)

(ف) جس قدر قلبی محبت اور ارادت سے سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی لیا جاتا ہے اُس قدر کسی بھی انسان کا خواہ وہ کسی بھی درجہ اور مقام کا مالک ہو، آج بھی نہیں لیا جاتا سچے مسلمان کا تو دل حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لینے سے باغ باغ ہو جاتا ہے اور وہ یہ نام مبارک لینے اور اس پر درود شریف پڑھنے سے نہیں تھکتا، حتیٰ کہ قبر میں بھی جب سچے مسلمان سے حضور سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق پوچھا جائے گا تو وہ تین بار یوں کہے گا محمد، محمد، محمد، صلی اللہ علیہ وسلم۔ حالانکہ ایک بار کہنا بھی کافی ہو سکتا تھا۔

مگر اس اسم مبارک کے تین بار کہنے کی وجہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی کے فرزند ارجمند شاہ نور الحق رحمۃ اللہ علیہما نے یہ فرمائی ہے کہ :۔

سہ بار نام شریف مے برد جہت تاکید یا برائے التذاذ بہ نام محبوب خود۔ (تیسیر القاری، جلد ا، ص۵۲)	یہ مسلمان اس مبارک نام کو تین بار کہے گا یا تو تاکید کے لیے اور یا اس لیے کہ اسے اپنے محبوب کا نام لینے میں ایمانی لذت حاصل ہو گی۔
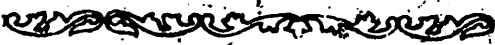
چہرۂ انور کی تابانی

صلی اللہ علیہ وسلم

اعلان نبوت سے پہلے بھی چہرہ اقدس اس قدر منور اور بابرکت تھا کہ دربارِ خداوندی میں دعا کرتے ہوئے آپ کے چہرۂ انور کا توسل پیش کیا جاتا تھا۔ آپ کے چچا ابوطالب نے سید دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت میں یہ کہا ہے ؎

وَاَبْیَضُ یُسْتَسْقَی الْغَمَامُ بِوَجْہِہٖ
ثِمَالُ الْیَتٰمٰی وَعِصْمَۃٌ لِلْاَرَامِلِ

ترجمہ:۔ آپ کے سفید اور منور چہرہ کے توسل سے بادل سے پانی مانگا جاتا ہے اور آپ یتیموں کو کھانا کھلانے والے، بیواؤں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا عبدالمطلب نے قحط کے زمانہ میں بارش کے لیے دعا کی تھی اور آپ اس وقت چھوٹے بچے تھے۔ ابوطالب نے یہ مشاہدہ کر لیا تھا، اسی لیے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں ایک ہوییں قصیدہ کہا جس کے اسی سے زیادہ اشعار ہیں، ان میں شعر مذکور بھی ہے۔

صحابہ کرام کی نظر میں تو جمال سید دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم اس چاند سے بھی زیادہ نور افروز اور نور افزا تھا جیسا کہ:۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ میں چاند کی چودہویں رات میں کبھی تو سید دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور کو دیکھتا اور کبھی چاند کو......... مگر سیدِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور میری نظر میں اس چاند سے زیادہ حسین نظر آتا تھا۔ (مشکوٰۃ شریف)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ حسین کوئی نہیں دیکھا یوں معلوم ہوتا تھا جیسا کہ سورج آپ کے چہرۂ انور میں چل رہا ہو۔ (مشکوٰۃ)

بلکہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت فرماتی ہیں کہ آپ کے اوصاف بیان کرنے والوں میں سے کوئی ایسا نہ تھا جو آپ کے چہرہ مبارک کو چودھویں رات کے چاند سے تشبیہ نہ دیتا ہو۔

(البینات از مولانا اعزاز علی رحمۃ اللہ علیہ ص ۱۵)

بلکہ غیر مسلموں کی نظر میں بھی جب انہوں نے حقیقت معلوم کرنے کے لیے صدق دل سے دیکھا تو وہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قدر گرویدہ ہو گئے کہ اپنی ساری ہستی کو مٹا کر آپ کی غلامی کا شرف حاصل کیا۔ مندرجہ ذیل چند واقعات بطور شہادت کے لکھے جاتے ہیں:۔

(۱) مدینہ منورہ میں حضور سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے سے پہلے یہودیوں کی غالب اکثریت تھی اور تمام معاشی امور پر ان کا تسلط تھا۔ انکے مفتیٔ اعظم اور دینی راہنما عبد اللہ بن سلام جن کی کنیت ابو یوسف اسرائیلی تھی اور وہ حضرت یوسف بن یعقوب علیہما السلام کی اولاد میں سے تھے، جب سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کا سنا تو تحقیق حال کے لیے دربارِ نبوت میں حاضر ہوئے، جب چہرۂ انور کو غور سے دیکھا تو دل و دماغ نے فیصلہ کیا کہ آپ کا چہرہ جھوٹے آدمی کا چہرہ نہیں، چنانچہ اسی وقت مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ حضور سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارہ میں فرمایا:۔ کہ عبد اللہ بن سلام جنتی ہے۔ رضی اللہ عنہ ــــــ حضرت عبد اللہ بن سلام کی وفات ۴۳ھ میں ہوئی اور جنت البقیع میں خُلدِ آشیاں ہوئے۔ (مشکوٰۃ شریف)

(۲) طارق نامی ایک تاجر اپنا اونٹ بیچنے کے لیے مدینہ منورہ کو روانہ ہُوا، مدینہ منورہ کے باہر ایک مبارک شخص نے اس سے کھجوروں کی ایک مقدار کے بدلے میں اونٹ خرید لیا اور قیمت ادا کرنے سے پہلے ہی اونٹ لے کر مدینہ کو روانہ ہو گیا، طارق نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ ہم نے ایک ناواقف آدمی کو اونٹ دے دیا نامعلوم وہ اس کی قیمت میں کھجوریں ہم کو ادا کرے یا نہ کرے۔ تو اسی قافلے کی ایک عورت نے کہا:۔

اَنَا ضَامِنَةٌ لِثَمَنِ الْبَعِيْرِ رَاَيْتُ وَجْهَ رَجُلٍ مِثْلَ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ لَا يَخِيْسُ بِكُمْ۔	اس اونٹ کی قیمت کی میں ضامن ہوں جو آدمی اونٹ لے گیا اس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح منور ہے یہ ہرگز دھوکہ نہ دے گا۔

چنانچہ صبح ہوتے ہی مدینہ منورہ سے ایک آدمی نے آکر کہا کہ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ کی قیمت یہ کھجوریں ارسال فرمائی ہیں چنانچہ انہوں نے وصول کر لیں۔ (الشفاء جلد ۱ صفحہ ۱۵۹)

(۳) سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا جب مکہ مکرمہ سے ہجرت کے سفر میں ام معبد نامی ایک مہمان نواز عورت کے خیمہ سے گذر ہُوا اور کچھ دیر آرام کرنے اور دودھ پینے کے بعد وہاں سے جب کوچ ہُوا اس کے بعد ام معبد کا خاوند آیا اور خیمہ میں دودھ کا بھرا ہُوا برتن دیکھا (حالانکہ ان کی بکریوں میں کوئی دودھ والی نہ تھی) تو تعجب سے اپنی بیوی سے پوچھا کہ یہ دودھ کہاں سے آیا؟ تو بیوی نے کہا ایک مبارک شخص یہاں آیا اور یہ دودھ اس کی برکت سے بکری نے دیا، خاوند نے اس مقدس مہمان کی شخصیت اور حلیہ پوچھا، تو ام معبد نے جو بیان کیا اس میں یہ بھی فرمایا:۔ ظاھر الوضاءۃ ابلج الوجہ۔ پاکیزہ اور کشادہ چہرہ۔ چنانچہ اس کے خاوند نے کہا کہ یہ وہی عالی صفات ہیں جو قریش خاندان کے ہیں۔ وہ آپ

کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوا۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

④ جب سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ کا استقبال کرنے والی معصوم بچیوں نے جو اشعار کہے اُن میں آپ کو چودھویں رات کا چاند کہا ہے

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع   وجب الشکر علینا ما دعا للہ داع
ایہا المبعوث فینا جئت بالامر المطاع

ان اشعار کا ترجمہ اُردو نظم میں قاضی محمد سلمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ فرمایا ہے

ان پہاڑوں سے جو ہیں سوئے جنوب   چودھویں کا چاند ہے ہم پر چڑھا
کیسا عمدہ دین اور تعلیم ہے   شکر واجب ہے ہمیں اللہ کا
ہے اطاعت فرض تیرے حکم کی   بھیجنے والا ہے تیرا کبریا

حضور سیدِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دربارِ اقدس میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے جو چہرۂ انور کی تعبیر فرمائی اس کا کچھ حصہ ہدیۂ ناظرین ہے:۔

وَاَحْسَنَ مِنْكَ لَمْ تَرَ قَطُّ عَيْنِيْ
وَاَجْمَلَ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ
خُلِقْتَ مُبَرَّأً مِّنْ كُلِّ عَيْبٍ
كَاَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَاءُ

ترجمہ:۔ اور آپ سے زیادہ حسین میری آنکھ نے نہیں دیکھا
اور آپ سے زیادہ جمیل آج تک کسی عورت نے نہیں جنا
آپ ہر عیب سے محفوظ پیدا کیے گئے ہیں
گویا کہ جیسا آپ نے چاہا تھا اسی طرح آپ کو پیدا فرمایا گیا ہے

اَغَرُّ عَلَيْهِ لِلنُّبُوَّةِ خَاتَمٌ
مِنَ اللّٰهِ مَشْهُوْدٌ يَلُوْحُ وَيُشْهَدُ

وَضَمَّ الْاِلٰهُ اِسْمَ النَّبِیْ مَعَ اِسْمِهٖ
اِذْ قَالَ فِی الْخَمْسِ الْمُؤَذِّنُ اَشْهَدُ

وَشَقَّ لَهٗ مِنْ اِسْمِهٖ لِيُجِلَّهٗ
فَذُو الْعَرْشِ مَحْمُوْدٌ وَهٰذَا مُحَمَّدُ

نَبِیٌّ اَتَانَا بَعْدَ يَاْسٍ وَفَتْرَةٍ
مِنَ الرُّسْلِ وَالْاَوْثَانُ فِی الْاَرْضِ تُعْبَدُ

فَاَمْسٰی سِرَاجًا مُّسْتَنِيْرًا
يَلُوْحُ كَمَا لَاحَ الصَّيْقَلُ الْمُهَنَّدُ

● ● ●

وَافٍ وَمَاضٍ شِهَابٌ يُسْتَضَاءُ بِهٖ
بَدْرٌ اَنَارَ عَلٰی كُلِّ الْاَمَاجِيْدِ

مُبَارَكٌ كَضِيَاءِ الْبَدْرِ صُوْرَتُهٗ
مَا قَالَ كَانَ قَضَاءً غَيْرَ مَرْدُوْدِ

(از دیوان حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ)

ترجمہ اشعار

(۱) آپ کے بدن اطہر پر مہرِ نبوت چمک رہی ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت بڑی دلیل ہے جسے ہر ایک دیکھ سکتا ہے۔

(۲) اور اللہ تعالےٰ نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی اپنے نام مبارک کے ساتھ اس طرح ملا دیا ہے کہ جب بھی مؤذن اذان میں اللہ تعالےٰ کی توحید کی گواہی دیتا ہے ساتھ ہی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی بھی شہادت دینی ضروری ہے۔

(۳) اور اللہ تعالےٰ نے آپ کے نام کا اشتقاق اپنے مبارک نام سے کیا تاکہ آپ کی عزت اور وقار قائم رہے جیسا کہ عرش کا مالک تو محمود ہے اور آپ کا نام محمد ہے۔ (یعنی دونوں کا مادہ اشتقاق حمد ہے)

(۴) آپ ایسے نبی کریم ہیں کہ کافی زمانہ وحی کے نہ آنے کے بعد آپ اس وقت تشریف لائے جب کہ ساری دنیا بت پرستی میں مبتلا تھی۔

(۵) آپ ایسا چراغ ہیں جو ہمیشہ ہمیشہ روشنی دیتا رہے گا اور آپ یوں چمکتے ہیں جس طرح صیقل شدہ تلوار چمکتی ہے۔

(۶) آپ وعدہ وفا کرنے والے، اپنی بات کو پورا کرنے والے ایسے چمکدار ستارہ ہیں جن سے روشنی حاصل کی جاتی ہے آپ ایسے ماہ کامل ہیں کہ ہر شرف و مجد پر آپ کا نور چمک رہا ہے۔

(۷) آپ بڑی برکت والے ہیں چودہویں رات کے چاند کی طرح آپ کا چہرہ مبارک ہے۔ جو بات فرماتے ہیں وہ ہو جاتی ہے اس کے خلاف نہیں ہوتا۔

⑤ نجد کے سردار ثمامہ ابن اثال کو جب گرفتار کر کے مدینہ منورہ لایا گیا اور تین دن کے بعد حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے بلا کسی شرط کے آزاد فرما دیا تو وہ بجائے وطن جانے یا انتقامی کارروائی کرنے کے جلد ہی حاضر خدمت ہو کر مشرف بہ اسلام ہوا۔ اس نعمت کے حاصل کرنے کے بعد اس میں جو دینی اور روحانی انقلاب آیا وہ اسی کے الفاظ میں درج ذیل ہے :۔

يَا مُحَمَّدُ وَاللهِ مَا كَانَ عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ وَجْهٌ أَبْغَضُ إِلَيَّ مِنْ وَجْهِكَ فَقَدْ أَصْبَحَ وَجْهُكَ أَحَبَّ الْوُجُوهِ كُلِّهَا إِلَيَّ۔ (مشکوۃ شریف)	اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کی قسم روئے زمین پر کوئی بھی چہرہ میری نظر میں آپ کے چہرہ سے زیادہ ناپسندیدہ نہ تھا، مگر اب آپ کا چہرہ تمام چہروں سے زیادہ محبوب نظر آنے لگا۔

(۶) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ ام رومان (زینب) نے ایک واقعہ میں یوں قسم کھائی:۔

لَا وَقُرَّةِ عَيْنِي لَهِيَ الْآنَ أَكْثَرُ مِنْهَا قَبْلَ ذٰلِكَ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ۔ (بخاری باب السمر مع الاھل والضیف)	مجھے قسم ہے اس ذات کی جو میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے یہ کھانا پہلے سے تین گنا زیادہ ہوگیا ہے۔

قُرَّةُ عَيْنِي سے مراد سید دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ (تیسیر القاری شرح بخاری)

(ف) استاذ محترم مولانا سید بدر عالم مہاجر مدنی قدس سرہ العزیز نے فرمایا:۔

ہر جلوہ پُر ضیاء رخ انور کا نور ہے ۔۔۔ شانوں میں کیا بلند یہ شانِ حضور ہے

اس مختصر رسالہ میں صرف ان ہی چند مثالوں پر اکتفاء کیا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ نے اگر توفیق دی تو اسی عقیدہ پر ایک مفصل کتاب میں مزید مثالوں کو درج کیا جائے گا۔

تنبیہ:۔ اگر کوئی بدبخت یہ کہہ دے کہ سید دوعالم صلی اللہ کا رنگ سیاہ تھا تو اسے قتل کردیا جائے، کیونکہ اس کے یوں کہنے میں:۔

ایک تو خلافِ حقیقت بات ہے کیونکہ سید دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ تو منور تھا، اور دوسرا کالا رنگ کہنے میں توہین ہے جو کہ کفر ہے۔

(اکفار الملحدین ص ۵۳)

چہرۂ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے برکات

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ اطہر وانور کی زیارت سے روحانی، دینی، بلکہ مادی برکات کا بے مثال ظہور ہُوا، جیسا کہ :۔

(۱) جس مسلمان کو چہرۂ اقدس کی زیارت کا شرف حاصل ہُوا وہ صحابی بن گیا۔ جس کا درجہ بعد والے اولیاء کرام، علماء عظام سے ہزار ہا گنا بلند ہے۔ کوئی بھی عالم، ولی ہرگز صحابی کے درجہ کو نہیں پا سکتا۔

(۲) صحابۂ کرام میں سے بعض صحابۂ کرام صرف چہرۂ انور کی زیارت کے لیے حاضر خدمت رہا کرتے تھے، بلکہ راتیں بھی در اقدس پر خدمت ہی کے لیے گذارا کرتے تھے، جن کو سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت میں بھی رفاقت کی بشارت سُنائی اور وہ اعمال ارشاد فرمائے جو اس مقصد کے لیے معاون ہیں۔ (جیسا کہ سجدہ زیادہ کرنا)

(۳) چہرۂ انور کی زیارت سے مادی برکات کا بھی نزول ہُوا، جیسا کہ مندرجہ ذیل واقعہ سے ظاہر ہے :۔

"حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ عنبر شمامہ میں دو بھائی صحابی تھے، ایک تو سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہتا تھا اور دُوسرا کسب وہنر سے مال کماتا تھا۔ ایک دن اس ہُنرمند نے سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم

کی خدمت میں اس بھائی کی شکایت کی (کہ یہ تو سارا دن حضور کے پاس رہتا ہے اور کام کاج نہیں کرتا، سارا خرچ میں برداشت کرتا ہوں) جس کے جواب میں حضور سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ـــــ "تجھے یہ پتہ نہیں کہ شاید تجھے بھی یہ رزق اسی کی برکت سے ملتا ہو"ـــــ

اس کی تشریح کرتے ہوئے شارح مشکوٰۃ ملا علی قاریؒ نے فرمایا ہے:۔

"کہ تیرا یہ خیال غلط ہے کہ تو اس کو رزق دیتا ہے بلکہ تجھے بھی اسی کی برکت سے رزق ملتا ہے"

چہرۂ انور کی تابانی کے متعلق حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے

لو لم تکن فیہ اٰیٰت مبینۃ

لکان منظرہ ینبئک بالخیر

ترجمہ:۔ "اگر سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے لیے اور کوئی نشانی نہ ہوتی تو صرف چہرۂ انور ہی اس کے لیے کافی تھا"

فؔ:۔ چنانچہ جس نے عقیدت اور حقیقت کے طور پر دیکھا وہ جان نثار بن گیا مگر جس نے تنقید کی نظر سے دیکھا وہ محروم رہا۔

حقیقی چچا ابولہب جس نے چالیس سال تک چہرۂ انور دیکھا وہ تو دوزخ میں جل رہا ہے اور بلال حبشی کو اس کی زندگی میں الصادق المصدوق صلی اللہ علیہ وسلم نے جنتی ہونے کی اطلاع دی۔ رضی اللہ عنہ

فؔ: سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے فرمایا جس نے میرے نبی کو محبت کی نظر سے دیکھا اور محمد رسول اللہ سمجھا وہ تو ابوبکر صدیقؓ بن گیا اور جس نے تنقید کی نظر سے صرف محمد بن عبداللہ سمجھ کر دیکھا تو وہ ابوجہل زندیق بن گیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی لازوال عظمت

قرآن عزیز نے ابتدائی سورتوں ہی میں سید دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت کے ابدی اور دوامی ہونے کی خبر دی ہے۔ ان آیات اور سورتوں کا نزول اس وقت ہوا جبکہ مکہ مکرمہ میں آپ کی سخت مخالفت ہو رہی تھی، اور صرف چند سعادت مند آپ پر ایمان لا چکے تھے۔ چنانچہ سورۃ والضحٰے میں ارشاد فرمایا:۔

وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ۝ (آیت ۴)	اور یہ بات یقینی ہے کہ اُخروی زندگی آپ کے لیے اس پہلی زندگی سے بہتر ہوگی۔

اور عین اسی زمانہ میں جب کہ بے نصیب لوگ آپ کا نام تک سننا اور اور زبان سے نام لینا تک گوارا نہ کرتے تھے، آپ کی ابدی شان رفیع کو یوں ارشاد فرمایا:۔

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ۔ (الشرح ۴)	اور ہم نے آپ کیلئے آپ کا ذکر بلند کر دیا۔

اور اسی زمانہ میں جبکہ آپکے خاندان والے بھی آپ کی بات کو سننا گوارا نہ کرتے تھے اور اس اعلانِ رحمت کو چند دنوں کا مہمان سمجھتے تھے، آپ کو یہ مژدہ سنایا:۔

اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ[1] (کوثر ۱)	ہم نے آپ کو کوثر عطا کیا ہے۔

[1] ..... حاشیہ اگلے صفحہ پر دیکھیں۔

اور یہ بھی بشارت دی کہ آپ کے بدخواہ اگرچہ اس شہر میں بھی آپ کی آواز سُننا گوارا نہیں کرتے مگر خداوند قدیر نے آپ کو تمام انسانوں کے لیے تاقیامت راہنما اور نجات دہندہ بنا کر بھیجا ہے، ارشاد فرمایا :۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۝ (السباء ۲۸)	اور ہم نے آپ کو سب لوگوں کے لیے بشیر اور نذیر بنا کر بھیجا ہے۔

اور پھر آپ کو یہ اعلان کرنے کا حکم بھی فرمایا کہ آپ یہ اعلان کر دیں کہ جب تک یہ کرۂ ارضی آباد ہے یہاں کے ہر انسان کے لیے راہِ نجات اور نظامِ امن وہی ہے جو آپ لے کر تشریف لائے ہیں، ارشاد فرمایا :۔

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا ۝ (سورۂ اعراف آیت ۱۵۸)	آپ فرما دیجئے اے لوگو میں تم سب کی طرف اللہ تعالےٰ کا رسول ہوں۔

چنانچہ آپکی حیاتِ مبارکہ کی برکات میں دن بدن اضافہ ہو رہا ہے جو آپکی صداقت اور محبوبیت کی روشن دلیل ہے۔ ایک وقت تھا کہ آپ پر ایمان لانیوالے صرف چند سعادتمند تھے، پھر غزوۂ بدر میں جان نثار مردوں کی تعداد ۳۱۳ تھی، حدیبیہ کے مقام پر ۱۴۰۰ ہو گئی اور فتح مکہ کے دن آپکے جلو میں آنے والے قدسی صفات دس ہزار تھے، غزوۂ حنین کے وقت بارہ ہزار ہو گئے، اور جب اس عالم سے تشریف لے جا رہے تھے ان جان نثاروں کی تعداد تقریباً ایک لاکھ پچیس ہزار ہو گئی اور تعداد دن بدن بڑھ ہی رہی ہے، الحمد للّٰہ ثم الحمد للّٰہ اس وقت ساری دنیا میں آپ کا کلمہ پڑھنے والے تقریباً ایک سو کروڑ ہیں۔

(پچھلے صفحہ کا حاشیہ) سلہ (ف) اس کوثر سے مراد حوض کوثر بھی ہے اور کثرت امت بھی ہے۔ حوض کوثر پر آب خوردں کی تعداد کا ذکر کرتے ہوئے حضور انور صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا کہ اُن تعداد آسمان کے تاروں کی طرح (اَن گنت) ہے، تو ظاہر ہے کہ اس حوض سے پانی پینے والوں کی تعداد بھی اِسی تناسب سے ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہم گنہگاروں کو بھی یہ سعادت نصیب فرمائے۔ آمین

رفعتِ ذکر رحمتِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی تشریح

حضور سید دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اس کی یوں تشریح فرمائی ہے کہ:۔

اَتَانِی جِبْرِیْلُ فَقَالَ یَقُوْلُ لَكَ رَبُّكَ اَتَدْرِیْ کَیْفَ رَفَعْتُ ذِکْرَكَ قَالَ اَللّٰہُ اَعْلَمُ قَالَ اِذَا ذُکِرْتُ ذُکِرْتَ مَعِیْ ۔ (فتح جلد ۸ ص۵۴۷)	میرے پاس جبریل امین آئے اور یہ کہا کہ آپ کا رب فرماتا ہے کیا آپ جانتے ہیں کہ میں نے آپ کا ذکر کس طرح بلند کیا ہے؟ حضور انور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا یہ تو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے تو اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ارشاد فرمایا کہ جب میرا ذکر ہوگا میرے ساتھ تیرا بھی ذکر ہوگا ۔

اسلامی عقائد اور شریعت میں یہ عقیدہ بنیادی حیثیت رکھتا ہے کہ:۔

(۱) خود توحید باری تعالیٰ پر ایمان بھی اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک کہ حضور سید دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی رسالت کی شہادت نہ دے۔ جیسا کہ حضور سید دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ربیعہ قوم کے وفد سے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ پر ایمان لاؤ اور اللہ تعالےٰ کو واحد لاشریک سمجھو، پھر خود ہی ان سے فرمایا:۔

کیا تم جانتے ہو کہ اللہ تعالےٰ واحد لاشریک پر ایمان لانے کا کیا مطلب ہے؟

انہوں نے عرض کیا اللہ تعالےٰ اور اس کا رسول (صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) بہتر جانتا ہے۔

اس پر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا توحید باری تعالےٰ پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ:۔

"اس بات کی شہادت دینی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس بات کی شہادت دینی کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالےٰ کے رسول ہیں۔"

دارالعلوم دیوبند کے سابق مہتمم مولانا حبیب الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا:۔

سیّد السادات فخر الانبیاء، مکمّل التوحید محّاء الملل

ترجمہ از مولانا اعزاز علی مرحوم

"وہ تمام سرداروں کے سردار تمام انبیاء کے لیے باعثِ فخر ہیں، توحید کو کامل کرنے والے اور تمام ادیانِ باطلہ کو مٹانے والے ہیں۔"

(۴) اسی طرح جہاں بھی اللہ تعالےٰ کا ذکر ہوگا وہاں سید دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر بھی ہوگا۔ کلمہ طیبہ، اذان، اقامت، نماز اور دوسری عباداتِ لسانی میں آپ کا ذکر عالی ساتھ ساتھ مذکور ہے۔ اسلامی عبادات اور روایات میں حمد کے ساتھ نعت کا تعلق چولی دامن کا ساتھ ہے۔ کوئی تقریر یا کوئی تحریر، کوئی مجلس وعظ ایسی نہیں جس میں حمد کے ساتھ نعت نہ ہو۔ ہر دینی بلکہ درس نظامی کی ہر کتاب کے مقدمہ میں حمد و نعت کا ذکر پایا جاتا ہے، وہ کتاب خواہ صرف کی ہو یا نحو کی، منطق کی ہو یا ریاضی الجبرا کی، ہر مؤلف اور مصنف حمد و نعت کے ذکر کو ضروری سمجھتا ہے۔

کائنات ارضی وسماوی میں رفعت شان محمد صلی اللہ علیہ وسلم

کا مظہر

درود شریف

إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَ
سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ○

پارہ ۲۲ سورۃ الاحزاب آیت ۵۶

خداوند قدوس نے جن پاکیزہ انسانوں کو شرفِ رسالت سے مشرف فرمایا ہے ان کے بارہ میں ارشاد فرمایا:۔

سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ ۝ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ ۝ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝
(الصّٰفّٰت آخری تین آیات)

پاک ذات ہے تیرے رب کی وہ پروردگار عزت والا پاک ہے ان باتوں سے جو بیان کرتے ہیں۔ اور سلام ہے رسولوں پر۔ اور سب خوبی ہے اللہ کو جو رب ہے سارے جہان کا۔

ان آیاتِ گرامیہ میں خداوند قدوس نے:۔
اپنی توحید ذاتی اور صفاتی کو ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک اور تمام نقائص سے پاک ہے اور تمام صفات صرف اسی اللہ تعالیٰ کا حق ہیں، اور جن پاکیزہ انسانوں کو خداوند قدوس نے شرفِ رسالت سے نوازا اُن پر سلام فرمایا۔ اس آیت میں عمومی طور پر سب مرسلین پر سلام کو ذکر فرمایا۔ جب کہ اسی سورت میں اس آیت سے پہلے چند اولوالعزم انبیاء علیہم السّلام کے اسماء مبارکہ لے کر فرمایا:۔

وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ
سَلَامٌ عَلَىٰ نُوحٍ فِي الْعَالَمِينَ
وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ
سَلَامٌ عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ
وَتَرَكْنَا عَلَيْهِمَا فِي الْآخِرِينَ
سَلَامٌ عَلَىٰ مُوسَىٰ وَهَارُونَ
وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ
سَلَامٌ عَلَىٰ إِلْ يَاسِينَ
(سورۃ الصّٰفّٰت)

اور باقی رکھا اس پر پچھلے لوگوں میں کہ سلام ہے نوح پر سارے جہان والوں میں
اور باقی رکھا ہم نے اس پر پچھلے لوگوں میں کہ سلام ہے ابراہیم پر
اور باقی رکھا ان پر پچھلے لوگوں میں کہ سلام ہے موسےٰ اور ہارون پر
اور باقی رکھا ہم نے اس پر پچھلے لوگوں میں کہ سلام ہے الیاس پر۔

اس لیے جب کسی بھی نبی علیہ السلام کا نام لیا جائے یا لکھا جائے تو ساتھ ہی علیہ السلام کہا جائے یا لکھا جائے۔ البتہ اس وصف میں بھی سید الانبیاء والمرسلین صلّی اللہ علیہ وسلّم کو امتیازی شان حاصل ہے کہ آپ پر الصلوٰۃ والسلام دونوں کہے جائیں اور لکھے بھی جائیں جن کا جامع جملہ علیہ الصلوٰۃ والسلام یا صلّی اللہ علیہ وسلّم ہے، اسی کو ہماری اصطلاح میں درود شریف کہا جاتا ہے درود شریف کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ	بیشک اللہ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں رسول پر
یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ۝ (الاحزاب ۵۶)	اے ایمان والو رحمت بھیجو اس پر اور سلام بھیجو سلام کہہ کر۔

درود شریف کے بارہ میں اس قدر کتابیں تصنیف کی گئی ہیں کہ ان کا شمار ناممکن ہے۔ یہاں صرف چند ضروری امور کو ذکر کیا جاتا ہے جن کا تعلق رفعت شانِ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے، جیسا کہ ابن مرداس شاعر نے کہا ہے ؎

اِنَّ الالٰہ ثنیٰ علیك محبّۃً	اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کیساتھ آپکی تعریف کی ہے
فی خلقہٖ و محمّداً اسماکا	اور آپ کا نام ہی محمد رکھا ہے۔ (صلّی اللہ علیہ وسلّم)

کائنات سماوی اور عالم جوہر میں اللہ تعالیٰ سید دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم پر اپنی بے انتہاء اور لاتعداد رحمتوں کا نزول فرماتے ہیں اور وہ نوری مخلوق جن کو فرشتہ کہا جاتا ہے وہ بھی سید دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم پر رحمتوں کے نزول کی استدعا کرتے ہیں۔ اس لیے ان لوگوں کے لیے لازم ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے حضور انور صلّی اللہ پر ایمان لانے کی برکت سے کفر اور شرک کے اندھیروں سے نکالا اور جنّت کا

مستحق بنایا کہ وہ ضرور سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر لا محدود رحمتوں کے نزول کی دعا کرتے رہیں، اور یہ سلسلہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے قائم رہے گا۔ مکہ مکرمہ کے مفسر القرآن علامہ محمد علی صابونی زید مجدہم نے فرمایا ہے کہ:۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے جملہ اسمیہ ذکر فرمایا ہے جس کی حکمت یہ ہے کہ:۔

إِنَّ هٰذَا الثَّنَاءَ مِنَ اللهِ تَعَالٰى وَالتَّمْجِيْدَ الدَّائِمِ يَتَجَدَّدُ وَقْتًا فَوَقْتًا عَلَى الدَّوَامِ۔

یہ ثنا۔ اور تعریف اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمیشہ کے لیے نئے نئے اسلوب کے ساتھ قائم رہے گی۔

(ف) سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف کا پڑھنا یہ دوامی عبادت ہے یعنی جس طرح باقی عبادات کا ادا کرنا مسلمان کے لیے ضروری ہے اسی طرح درود شریف کا پڑھنا بھی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ضروری ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ کرام نے پوچھا کہ جب جناب دنیا سے تشریف لے جائیں گے تو پھر بھی ہمارا درود دربارِ عالی میں پیش ہوگا؟ آپ نے فرمایا انبیاء علیہم السلام قبور میں زندہ ہوتے ہیں۔ اور ایک ارشاد میں فرمایا کہ جو مسلمان میری قبر کے پاس مجھ پر درود پڑھتا ہے اُس کو میں خود سنتا ہوں اور جو مجھ پر دور سے درود پڑھتا ہے وہ مجھے پہنچایا جاتا ہے۔

ایک روایت میں ارشاد فرمایا:۔

تم جہاں بھی ہو مجھ پر درود پڑھتے رہو بے شک تمہارا درود مجھے پہنچ جاتا ہے۔

ایک روایت میں فرمایا:۔

اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی ایک جماعت مقرر فرمائی ہے وہ مجھے میری امت کی طرف سے سلام پہنچاتی ہے۔

ایک روایت میں یوں بھی ہے کہ :۔

"جب کوئی مسلمان حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھتا ہے تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس کا درود اس کے نام کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے"،

یہ عقیدہ چودہ سو سال سے اس طرح متواتر اور متوارث ہے کہ آج ۱۴۰۶ھ ۱۹۸۶ء میں بھی سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر کے مواجہہ شریف پر یہ حدیث لکھی ہوئی ہے :۔

"مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ عِنْدَ قَبْرِیْ سَمِعْتُہٗ وَمَنْ صَلّٰی عَلَیَّ نَائِیًا اُبْلِغْتُہٗ۔

(ق) ان تمام عقائد کی مدلل تحقیق اور تشریح احقر کی مرتبہ کتاب "رحمتِ کائنات" میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں جو بحمد اللہ عنقریب بارہویں دفعہ طبع ہو رہی ہے۔

اس توقیر کی دوامی یادگار

ایک مسلمان جب بھی کوئی نماز (فرض، واجب، سُنّت، نفل پڑھتا ہے اس کے لیے التحیات پڑھنا ضروری ہے۔ اور یہ التحیات سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر معراج کا وہ مبارک تحفہ ہے جس میں خود خالقِ کائنات عزّ اسمہٗ اور محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور ملائکہ کرام شامل ہیں۔ التحیات کی اس بابرکت کلام کی تقسیم مندرجہ ذیل ہے :۔

سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے معبودِ برحق کے حضور یوں عرض کیا اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّیِّبَاتُ معبودِ برحق نے اپنے محبوب کو یوں خطاب فرمایا اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مقامِ رفیع میں اُمت کو یاد رکھتے ہوئے فرمایا اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی

عِبَادِ اللّٰہِ الصّٰلِحِیْنَ۔ جبرئیل امین نے عباد اللہ الصالحین کی طرف سے اظہار عقیدت کرتے ہوئے فرمایا اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ۔ (معارف السنن از علامہ بنوری جزء ثالث ص۸۵)

حضرت علامہ صابونی ہی نے فرمایا ہے کہ :۔

جس عبارت اور کلمے سے سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم ظاہر ہوتی ہو اُس کے ساتھ درود شریف پڑھنا جائز ہے۔ کیونکہ درود شریف پڑھنے کا حکم دینے کی حکمت یہ معلوم ہوتی ہے کہ :۔

"جب اللہ تعالیٰ نے خود سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام اور درجہ سب انبیاء علیہم السلام سے رفیع بتایا اور عالم بالا میں خود بھی اپنے فرشتوں کے ساتھ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمتوں کے ظہور اور نزول کو ذکر فرمایا۔ ان سب امور کا منشاء یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان آپ کے عظیم مرتبہ اور شانِ رفیع کو جان لیں اور آپ کا ادب و احترام کرتے ہوئے آپ کے ارشاد پر عمل پیرا ہو کر دارین کی سعادت حاصل کریں۔ جیسا کہ ارشاد فرمایا :۔ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَتُعَزِّرُوْہُ وَتُوَقِّرُوْہُ وَتُسَبِّحُوْہُ بُکْرَۃً وَّ اَصِیْلًا۔" (تفسیر صابونی)

درود شریف کے فضائل اور برکات پر مستقل کتابیں لکھی گئی ہیں۔ یہاں صرف چند احادیث کو درج کیا جاتا ہے، ارشاد فرمایا (صلی اللہ علیہ وسلم) نے :۔

(۱) مَنْ ذُکِرْتُ عِنْدَہٗ فَلْیُصَلِّ عَلَیَّ وَمَنْ صَلّٰی عَلَیَّ مَرَّۃً صَلَّی اللّٰہُ بِھَا عَشْرًا۔	جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے پس اُسے لازم ہے کہ مجھ پر درود پڑھے اور جو مجھ پر ایک بار درود پڑھے گا اللہ تعالیٰ اُس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا۔

(۲) اِنَّ اَوْلَی النَّاسِ بِیْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اَکْثَرُھُمْ عَلَیَّ صَلٰوۃً۔	میری امت میں سے میرے زیادہ قریب وہ ہوگا جس نے مجھ پر درود شریف زیادہ پڑھا ہوگا۔

(ف) درود شریف پڑھنے سے ایک تو اللہ تعالیٰ کی رحمت زیادہ نازل ہوتی ہے اور دوسرا اسی تناسب کے لحاظ سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب قیامت کے دن حاصل ہوگا جس کی برکت سے شفاعت کی قوی امید ہو سکتی ہے۔

درود شریف نہ پڑھنے والے سے ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:۔

(۱) اَلْبَخِیْلُ الَّذِیْ ذُکِرْتُ عِنْدَہٗ فَلَمْ یُصَلِّ عَلَیَّ۔	بڑا بخیل ہے وہ جس کے سامنے میرا ذکر آئے مگر مجھ پر درود نہ پڑھے۔
(۲) رَغِمَ اَنْفُ رَجُلٍ ذُکِرْتُ عِنْدَہٗ فَلَمْ یُصَلِّ عَلَیَّ۔	اُس آدمی کے ناک پر مٹی لگ جائے جس کے سامنے میرا ذکر آئے مگر مجھ پر دُرود نہ پڑھے۔
(۳) وَمَنْ ذُکِرْتَ عِنْدَہٗ فَلَمْ یُصَلِّ عَلَیْکَ فَاَبْعَدَہُ اللّٰہُ قُلْ اٰمِیْن فَقُلْتُ آمین۔	جبریل علیہ السلام نے آپ کی خدمت میں عرض کیا جس کے سامنے آپ کا ذکر ہو اور وہ آپ پر دُرود نہ پڑھے تو اللہ تعالیٰ ایسے آدمی کو اپنی رحمت سے دور رکھے آپ آمین کہیں تو میں نے آمین کہی۔

اس ارشاد کی تشریح یہ ہے کہ جبریل امین نے حاضرِ خدمت ہو کر چند بدبختوں کی فہرست آپ کے سامنے پیش فرمائی، اُن میں سے اس بدنصیب کا ذکر بھی کیا جس کے سامنے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی لیا جائے اور وہ آپ پر صلی اللہ علیہ وسلم بھی نہ کہے تو اُسے اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے دور رکھے۔

ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ سید دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم پر دُرود شریف پڑھنا باعثِ اجر و ثواب اور قرب دربارِ نبوّت کا قوی ذریعہ ہے، یہ تو مسلمانوں کی زبان پر سید دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا حق ہے اگر خود نہ پڑھا مگر کسی دُوسرے نے

جب سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسمِ گرامی لیا تو اب سُنکر درود شریف پڑھنا ضروری ہوگا، یہ مسلمان کے کان اور زبان پر آپ کا حق ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

(ف) علماء امت نے ارشاد فرمایا ہے کہ :۔

کوئی مسلمان جب اللہ تعالٰے کا نام زبان سے کہے یا قلم سے لکھے تو اس کے ساتھ تعالٰی یا جَلَّ جَلَالُہٗ یا عَزَّ اسمہ زیادہ کرے صرف اللہ یا خدا کہنا اور لکھنا بے ادبی ہے اور جب کسی بھی نبی کا نام کہے یا لکھے تو علیہ السلام کہے، اور جب سید الانبیاء جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لے یا کہے تو صلی اللہ علیہ وسلم کہے اور لکھے۔ کسی صحابی کے نام کے ساتھ رضی اللہ عنہ کہے اور لکھے اور علماء امت کے ناموں کے ساتھ رحمۃ اللہ علیہ کہے اور لکھے۔ (طحطاوی شرح درمختار جلد ا ص)

اور جب کسی دوسرے کی زبان سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی سُنے یا خود بھی کہے تو ان ظاہری آداب کے علاوہ عاجزی اور انکساری اور شوق دیدار کا مظاہرہ بھی کرے۔ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ :۔

ومن علاماته مع كثرة ذكره تعظيمه له وتوقيره عند ذكره واظهار الخشوع والانكسار مع سماع اسمه قال اسحاق النجيبي كان اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم لا يذكرونه الا خشعوا واقشعرت جلودهم وبكوا وكذلك كثيرًا من ـ

سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت کی نشانیوں میں سے یہ نشانی بھی ہے کہ آپ کا ذکر زیادہ کرے اور آپ کی تعظیم اور ادب آپ کا نام لیتے وقت کرے اور جب آپ کا اسم گرامی سُنے تو ادب اور عاجزی کا اظہار کرے۔ اسحٰق نجیبی نے فرمایا ہے کہ صحابہ کرام اور بہت سے تابعین حضرات حضور سید دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم گرامی لیتے وقت ادب کے ساتھ دب جاتے تھے اور ان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے اور فرط ادب

التابعین منہم ------ | شوق سے رو پڑتے تھے۔

(الشفا جلد ۲ صفحہ ۲۰)

جس طرح حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسم مبارک کے آخر میں صلی اللہ علیہ وسلم کہنا ضروری ہے اسی طرح حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک شروع میں سیدنا کہنا بھی باعثِ برکت اور سعادت ہے۔ کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا۔

اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ۔ (ترجمہ) میں تمام اولادِ آدم کا سردار ہوں۔

تو کوئی بھی مسلمان جب آپ کا اسم مبارک لے تو یوں کہے سید دو عالم، سید الانبیاء، سیدنا، صلی اللہ علیہ وسلم، تو زیادہ بہتر ہے۔ بلکہ بعض علماء کرام نے تو نماز میں بھی درود شریف پڑھتے ہوئے سیّدنا کا کلمہ زیادہ کرنا بہتر فرمایا ہے۔ (جواہر البحار جلد ۳ صفحہ ۲۸۰)

(ف) حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے صرف ؑ یا ؑم یا ص یا صلعم لکھنا گستاخی اور گناہ ہے۔

شیخ الاسلام مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ:۔

"جس آدمی نے سب سے پہلے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی کے ساتھ صرف صلعم لکھا تھا اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا تھا۔"

(معارف السنن جلد ۳ صفحہ ۲۹۳)

محدثین کرام اور علماء عظام میں اکثریت ایسے عشاق کی ہے کہ جب بھی سیدِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی آیا اُن کی آنکھوں میں فرطِ عقیدت اور جوشِ محبت میں آنسو آگئے، ادب اور احترام کا یہ حال ہے کہ:۔

"امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہم امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے درسِ حدیث میں کتاب کا ورق بھی بڑی احتیاط سے پلٹتے تھے تاکہ اس کی آہٹ سے قلبِ انور پر بوجھ نہ آئے۔" صلی اللہ علیہ وسلم

عبداللہ بن مبارک علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ایک دن مسجد نبوی میں ہم کو حدیث پڑھا رہے تھے کہ آپ کے چہرہ کی رنگت سولہ ۱۶ بار بدلی، کبھی زرد ہو جاتی، درس سے فراغت پر میں نے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا میری پیٹھ پر بچھو کاٹ رہا تھا مگر میں نے سیدِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کا ادب کرتے ہوئے صبر کیا اور سبق پورا ہونے تک اسی طرح مجلس میں درس دیتا رہا۔ (الشفاء جلد ۲ ص ۳۶)

امام و خطیب المسجد النبوی شریف (مدینہ منورہ) و نائب رئیس المحاکم شرعیہ عبداللہ بن محمد بن زاحم لکھتے ہیں:۔

کما تشرع الصلوٰۃ والسلام علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کلما ذکر اسمہ فکذلک تشرع کتابتہا فی المصنفات والکتب والرسائل کلما کتب اسمہ صلی اللہ علیہ وسلم یکتبھا کاملۃ فلا یکفی الرمز الیھا بحرف (ص) ولا برمز منحوت مثل (صلعم) وما اشتغلہ من نحت بل ھو نحس وکلا اراھا الا من دسائس الیھود والنصاریٰ من عمال المطالع وحسبنا اللہ ونعم الوکیل۔ (موجز الکلام ص ۶۷)

جب کبھی تصنیفات، کتب اور رسائل میں اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم لکھا جائے تو درود شریف کے صرف رموز لکھنا کافی نہیں جیسا کہ صرف (ص) یا درود شریف کے بجائے صلعم لکھنا نہ صرف برا ہے بلکہ مکروہ ہے کہ یہ یہود و نصاریٰ کی سازش ہے اور ان کے پریس میں یہ کیا جاتا ہے۔

(موجز الکلام ص ۶۷)

حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: "جب کبھی اسم مبارک لکھے تو صلوٰۃ و سلام بھی لکھے یعنی صلی اللہ علیہ وسلم پورا لکھے اس میں کوتاہی نہ کرے، صرف ؐ یا صلعم پر اکتفا نہ کرے۔ (زاد السعید ص ۱۶)

اسی طرح یورپ کی تقلید اور یہود و نصاریٰ کے اتباع کے شوق میں کئی مسلمان اپنے نام کا مخفف نکالتے ہوئے اس مبارک نام کے بجائے انگریزی ہجے استعمال کرتے ہیں جیسے محمد ماجد لکھنے کے بجائے ایم ماجد وغیرہ۔ یہ سب بے ادبی ہے اس سے بچنا چاہیئے۔

دینی علمی رُوحانی اور ایمانی فائدہ

قرآن عزیز میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو س کے ساتھ خطاب کرتے ہوئے فرمایا یٰسٓ ۔ یہ ایک آیت ہے جس کا معنیٰ اے سید ہے ۔ اس کی علمی حکمت یہ معلوم ہوتی ہے کہ س تمام حروف کا سردار ہے جیسا کہ علمائے جفر نے فرمایا ہے کہ جس حرف کے حروفِ ہجائیہ اس طرح ہوں کہ پہلے تمام حروف کے اعداد بحساب ابجد کا مجموعہ آخری حرف کے برابر ہو تو یہ حرف سید الحروف ہے یعنی تمام حرفوں کا سردار ہے۔ چنانچہ اس قاعدہ کے لحاظ سے س سید الحروف ہے کیونکہ اس کے حروفِ ہجائیہ س، ی، ن ہیں۔ ابجد کے حساب سے س کے عدد ۶۰ ہیں اور ی کے دس اور ن کے ۵۰۔ تو پہلے حرف (س) کے عدد ۶۰ یہ مجموعہ ہے پچھلے دو حرفوں (ی، ن) کے اعداد کے مجموعہ کا۔ اور یہ میزانیہ حروفِ ہجائیہ میں سے صرف س ہی کا نکلتا ہے۔ اس لیے س سید الحروف ہے تو سیدِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اُس حرف کے ساتھ پکارا جو سب حرفوں کا سردار ہے۔

اللّٰھم صلِّ علیٰ سیدنا ومولانا محمدٍ کلما ذکرہ الذاکرون ۔
اللّٰھم صلِّ علیٰ سیدنا ومولانا محمدٍ کلما غفل عن ذکرہ الغافلون ۔

علامہ بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے ؎

محمد سید الکونین والثقلین　　　والفریقین من عرب ومن عجم

(ترجمہ) محمد دونوں جہانوں کے اور جنّ وانس کے سردار ہیں اور عرب اور غیر عرب (سب انسانوں) کے سردار ہیں۔

حضور انور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بدنی انوار و برکات

محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کا مصداق وہ جسدِ اطہر ہے جس کی برکات اور انوار کا احاطہ مشکل ہے۔ اس رسالہ میں چند برکات کا ذکر کیا جاتا ہے :۔

(۱) سید دوعالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے پسینہ مبارک کا خوشبودار ہونا تو حدِ تواتر تک ثابت ہے۔ صحابیات رضی اللہ تعالیٰ عنہن آپ کے پسینہ مبارکہ کو ڈبیوں اور شیشیوں میں محفوظ کر لیتی تھیں اور خوشی کے موقع پر استعمال کرتی تھیں۔

(۲) سید دوعالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کا لعاب مبارک بھی خوشبودار تھا اس کی خوشبو بیرونی کسی چیز کی ملاوٹ سے کم نہ ہوتی تھی بلکہ بڑھتی جاتی تھی جیساکہ مندرجہ ذیل واقعہ سے ظاہر ہے :۔

"طلق بن علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم چند آدمی حضور انور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہوئے، بیعت کے بعد چند نمازیں حضور انور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ پڑھیں، واپسی پر ہم نے عرض کیا کہ ہمارے وطن میں ہمارا گرجا ہے ہم اس کو توڑ کر مسجد بنانا چاہتے ہیں، اس لیے جناب اپنے وضوء کا پانی عطا فرمادیں۔
سیدِ دوعالم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے تازہ وضو فرماتے ہوئے ایک کُلی کا پانی ایک برتن میں ڈال کر ہم کو فرمایا کہ اس کو لے جاؤ، گرجا توڑ کر اس زمین پر یہ چھڑک دو اور وہاں مسجد بنالو۔ ہم نے عرض کیا یارسول اللہ صلّی اللہ علیک وسلّم ہماری بستی دُور ہے اور گرمی بھی زیادہ ہے یہ پانی تو

راستہ میں خشک ہو جائے گا، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اسے کم ہوتا دیکھو تو اس میں باہر سے پانی ڈال دو، اس سے اس کی خوشبو اور بڑھے گی۔" (مشکوٰۃ باب المساجد)

اس حدیث کی شرح میں محدثین نے فرمایا ہے کہ:-

"جس چیز کو سیدِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعضاء مبارک کے ساتھ لگ جانے کا شرف حاصل ہوا ہے اس میں خوشبو اور برکات بڑھتے رہتے ہیں۔" (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۲ صہ ۲۰۴)

چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم ان مبارک اشیاء کو سنبھال لیا کرتے تھے۔ جیسا کہ:-

(۳) حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا نے صحابہ کرام کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک جُبّہ مبارکہ دکھلاتے ہوئے فرمایا یہ جُبّہ میری بہن عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھا اور اُن کی رحلت کے بعد میں نے لے لیا، یہ جُبّہ سیدِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم زیبِ تن فرمایا کرتے تھے۔ جب کسی شدید بیمار کو بھی یہ جُبّہ مبارکہ دھو کر وہ پانی پلاتے ہیں تو وہ تندرست ہو جاتا ہے۔ (مشکوٰۃ کتاب اللباس)

(۴) حضرت کبشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے فرمایا — ایک دن سیدِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر تشریف لائے تو پانی کے اس مشکیزہ سے جو لٹکا ہوا تھا، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے منہ لگا کر پانی نوش فرمایا۔ چنانچہ مشکیزہ کا وہ حصّہ ہم نے کاٹ کر گھر میں بطور تبرک رکھ لیا ہے۔ (مشکوٰۃ کتاب الاشربہ)

(۵) سیدِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بال مبارک اور ناخن مبارک صحابہ کرام کو عطا فرمادیا کرتے تھے جیسا کہ حجۃ الوداع کے موقع پر تقسیم فرمائے جو اُنکے پاس موجود ہے۔ صحابہ کرام ان کو سنبھال لیا کرتے۔ چنانچہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھی وہ

مبارک ناخن تھے جن کے بارے میں آپ نے وفات کے وقت یہ فرمایا کہ میرے مرنے کے بعد ان کو پیس دیں اور میری آنکھوں اور میرے منہ میں تھوڑے تھوڑے ڈال دیں اور پھر مجھے اُس اللہ تعالےٰ کے حوالے کر دیں جو سب سے زیادہ رحم والا ہے۔ (دلیل الفالحین جلد ۲ صفحہ ۵۲۰۔ زاد المعاد، جلد ۱ صفحہ ۲۷۹)

ان برکات پر علماء کرام نے مفصل کتابیں تحریر فرمائی ہیں یہاں اختصار کے طور پر چند عرض کر دی ہیں، اللہ تعالےٰ سب مسلمانوں کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب اور احترام کرنے کی سعادت بخشے۔ آمین

اور وہ برکات دوامی ہوتی تھیں، جیسا کہ :-

● ۹ھ میں قبیلہ بنوالبکاء کا ایک وفد حاضرِ خدمت ہوا اس وفد میں ایک شخص معاویہ نامی اپنے بیٹے بشر کو بھی ساتھ لایا جس کے لیے سیدِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے برکت اور سعادت کی دعا کے ساتھ اُس کے سر اور چہرہ پر اپنا مبارک ہاتھ بھی پھیر دیا۔ جس کا اثر یہ ہوا کہ اس کا چہرہ ہمیشہ چمکتا رہا اور وہ بشر رضی اللہ عنہ جب کسی بیمار پر اپنا ہاتھ پھیر دیتا تو وہ اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے تندرست ہو جاتا۔ (خصائصِ کبریٰ للسیوطی جلد ۲ صفحہ ۱۸)

اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو چند خالص سفید رنگ کی بکریاں بھی عطا فرمائیں جو سخت قحط کے زمانہ میں بھی کافی مقدار میں دودھ دیا کرتی تھیں حضرت معاویہؓ کے پوتے اور بشر کے بیٹے محمد نے اسی شرف کو اپنے کلام میں یوں ذکر فرمایا ہے ؎

وَاَبِی الَّذِیْ مَسَحَ الرَّسُوْلُ بِرَاْسِہٖ
وَدَعَالَہٗ بِالْخَیْرِ وَالْبَرَکَاتِ
اَعْطَاہُ اَحْمَدُ اِذْ اَتَاہُ اَعْنُزًا
عُفْرًا نَوَاجِلَ لَیْسَ بِاللَّجْبَاتِ

يَمْلَأْنَ رِفْدَ الْحَيِّ كُلَّ عَشِيَّةٍ
وَيَعُوْدُ ذٰلِكَ الْمِلْءُ بِالْغَدَوَاتِ
بُوْرِكْنَ مِنْ مَنْحٍ وَبُوْرِكَ مَانِحًا
وَعَلَيْهِ مَا حَيِيْتُ صَلَاتِي

(ترجمہ اشعار)

(۱) میرا باپ (بشر) وہ خوش بخت ہے جس کے سر پر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ پھیرا اور خیر و برکت کی دعا سے نوازا۔

(۲) اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو چند خالص سفید رنگ کی اچھی نسل کی ایسی بکریاں عطا فرمائیں جن کا دودھ کبھی کم نہ ہُوا

(۳) ہر شام اُن کے دودھ سے سارا قبیلہ سیر ہو جاتا اور صبح کو پھر اُن کے تھن دودھ سے بھر جاتے۔

(۴) یہ کتنا بابرکت ہدیہ ہے اور کس قدر بابرکت یہ ہدیہ عطا کرنے والی ذات ہے، جب تک میری جان میں جان ہے اُن پر میری طرف سے درود و سلام پہنچتا رہے۔

(وفود القبائل ص ۱۷۴)

یہ تو انسانوں کی سعادتمندی ہے، جس حیوان کو بھی یہ شرف حاصل ہُوا اُسے دُوسرے حیوانات سے خلافِ معمول زیادہ برکات ملیں، جیسا کہ:۔

مکہ مکرمہ سے ہجرت کے سفر میں جب آپ نے اُم معبد نامی ایک سخی عورت کے ہاں آرام فرمایا اور اس کی ایک دُبلی لاغر بکری کے تھنوں پر اپنا مبارک ہاتھ پھیرا جس نے بہت زیادہ دُودھ دیا۔ یہ بکری حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ تک زندہ رہی، اُس قحط کے زمانہ میں جو ایک عالمگیر قحط تھا دُودھ دیتی رہی۔ (تذکرہ دیارِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم از مصنف رحمۃ اللہ علیہ)

جن جن سعادتمندوں کو سیّدِ دوعالم صلی اللہ علیہ کے منوّر ہاتھوں کے چھونے کا شرف حاصل ہُوا ہے اُن پر برکات باقی ہی رہیں۔ احادیث میں ایسے کئی واقعات ہیں کہ جن کے سَروں پر حضور سیّدِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلّم نے اپنا مُبارک ہاتھ پھیرا اُن کے سروں پر وہ بال بڑھاپے کے اثرات سے محفوظ رہے اور وہ سیاہ ہی رہے جبکہ باقی بال سفید ہو گئے یا گر گئے۔ جیسا کہ:

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کو اُن کی خالہ حضور انور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں لے گئی اور یہ عرض کیا کہ اس کو تکلیف ہے، تو حضور انور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اس کے سر پر اپنا مبارک ہاتھ پھیرا اور اس کے لیے برکت کی دُعا فرمائی اور پھر وضو فرمایا، تو جو پانی حضور انور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اعضاء مبارکہ سے گرا وہ اس نے پی لیا، اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ:

"ان کی عمر تقریباً ایک سو سال ہوئی مگر سر کا بال کوئی سفید نہ ہُوا، اور اس پانی کی برکت سے دانت بھی کوئی نہ گرا۔" (مرقاۃ)

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے خصائص کبریٰ میں دوسرے چند ایسے سعادت مند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ذکر بھی فرمایا ہے جن کے سر اور داڑھی کے وہ بال آخر عمر تک سیاہ ہی رہے جن کو سید دوعالم صلی اللہ علیہ وسلّم نے اپنا دستِ پُر رحمت لگایا تھا۔

علامہ بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے ؎

كَمْ اَبْرَأَتْ وَصِبًا بِاللَّمْسِ رَاحَتُهٗ   وَاَطْلَقَتْ اِرْبًا مِنْ رِبْقَةِ اللَّمَمِ

ترجمہ: "آپ کے کفِ مبارک نے بہت سے مریضوں کو صرف چھو کر اچھا کر دیا اور بہت سے محتاجوں کو قیدِ جنون سے چھڑا دیا۔"

شیخ العرب والعجم حضرت مدنی قدس سرہٗ نے یہ شعر بطور ورد کے پڑھنے کی احقر کو اجازت فرمائی تھی۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی مزاج شناسی

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات پر عمل کرنے کو ہی ایمان سمجھا تھا لیکن اس سے بڑی بات یہ تھی کہ ان کے قلب و نظر میں سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پسندیدگی اور ناپسندیدگی ہی معیار ایمان تھی سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور، آپ کے طرزِ تکلم، آپ کی توجہ گرامی سے وہ اندازہ لگا لیا کرتے تھے کہ محبوبِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کا مزاجِ عالی کس طرف راغب ہے۔ ذیل میں چند واقعات درج کیے جاتے ہیں:۔

(۱) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا واقعہ

سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم چند صحابہ کرام کے ساتھ رونق افروز تھے جن میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی سعادت حاصل کر رہے تھے کہ اتنے میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ توراۃ کے کچھ اوراق لے آئے، اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ اوراق دکھاتے ہوئے ان کو پڑھنا شروع کیا اُدھر سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ اقدس کی رنگت میں تبدیلی آنے لگی، تو مزاج شناسِ سیدِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اے عمر! تجھے تیرے خاندان والی عورتیں روئیں، کیا تو سیدِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ اقدس کو نہیں دیکھ رہا" حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے چہرۂ انور پر نظر ڈالتے ہی یہ کہا:۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ غَضَبِ اللّٰهِ وَغَضَبِ رَسُوْلِهٖ رَضِيْتُ	میں اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں اللہ تعالیٰ کے غضب اور اس کے رسول کے غضب سے ہم راضی

بِاللّٰهِ رَبًّا وَّ بِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَ بِمُحَمَّدٍ نَبِیًّا۔	ہیں اللہ کو رب مان کر اور اسلام کو دین مان کر اور محمد کو نبی مان کر۔ (صلی اللہ علیہ وسلم)

یہ سُنکر سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

"قسم ہے اُس ذاتِ عالی کی جس کے قبضہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے اگر آج تمہارے سامنے (صاحبِ توراۃ) موسیٰ (علیہ السلام) خود بھی آجائے اور تم اسے (صاحبِ کتاب نبی سمجھ کر) اس کی پیروی کر لو اور مجھے چھوڑ دو تو تم یقیناً سیدھے راہ (ہدایت) سے بھٹک جاؤ گے اگر وہ (آج) بھی زندہ ہوتے اور میری نبوت کا علم ہو جاتا تو وہ بھی میری پیروی کرتے۔" (مشکوٰۃ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ)

اس واقعہ میں ظاہر ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے چہرۂ اقدس پر ناراضگی کے اثرات دیکھتے ہی اس عمل سے بیزاری کا اعلان فرمایا۔

سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی کے اثرات چہرہ انور پر یوں ظاہر ہو جایا کرتے تھے جیسا کہ کسی نے آپ کے رخسار مبارک میں انار کا پھل نچوڑ دیا ہو یعنی چہرہ مبارک سُرخ ہو جاتا تھا مگر صحابہ کرام نے اس سرخی کو انار کے پانی کی سُرخی سے تشبیہ دے کر یہ سمجھایا کہ اس ناراضگی میں بھی رحمت ہوتی تھی، اس لیے کہ انار کے پانی کا رنگ تو سُرخ ہے مگر تاثیر ٹھنڈی ہے۔

(۲) ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ کا واقعہ

انصارِ مدینہ میں سے ایک صحابی ابو مسعود رضی اللہ عنہ اپنے ایک غلام کو کسی وجہ سے مار رہے تھے کہ ان کے پیچھے سے ایک آواز آئی:۔

"اے ابو مسعود! اُس اللہ تعالیٰ سے ڈر، جس کا حق تجھ پر اس حق سے زیادہ

ہے جو تیرا اِس غلام پر ہے"
ابو مسعود رضی اللہ عنہ نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو وہ آواز رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی، فوراً یہ عرض کیا:۔
"اے سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس غلام کو میں نے ابھی آزاد کر دیا"
یہ سنکر حضور رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔"اگر تو (میری تنبیہ سن کر بھی) اسے آزاد نہ کرتا تو آگ تجھے جھلس ڈالتی" (مشکوٰۃ)

(۳) حضرت جابر بن سُلیم رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کرنے کے بعد حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں درخواست کی کہ مجھے کوئی نصیحت فرمائیں تو آپ نے فرمایا:۔
لَا تَسُبَّنَّ اَحَدًا ۔ (ترجمہ) کسی کو گالی ہرگز نہ دینا۔
چنانچہ حضرت جابر فرماتے ہیں کہ کسی مسلمان یا انسان کو گالی دینا تو درکنار میں نے اس ارشاد کے بعد کسی آزاد، کسی غلام، نہ کسی اونٹ اور نہ کسی بکری کو گالی دی۔
(مشکوٰۃ باب فضل الصدقہ)

(۴) حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلا کر ارشاد فرمایا:۔
"کہ میں تجھ پر یہ لازم کرتا ہوں کہ کسی سے بھی کوئی چیز نہ مانگنا خواہ تیری چابک گر جائے تب بھی سواری سے نیچے اُتر کر وہ چابک خود اٹھا لینی چاہیئے"
حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ اگر اونٹ پر سوار ہوتے اور چابک گر جاتی تو اونٹ کو بٹھا کر نیچے اترتے اور خود اپنے ہاتھ سے چابک اٹھاتے۔
(مشکوٰۃ شریف)

سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مسلمان مرد کی اُنگلی میں سونے کی انگوٹھی دیکھی

(۵) تو اس کو اُتار کر پھینکتے ہوئے فرمایا کیا تم سے کوئی یہ پسند کرے گا کہ آگ کی چنگاری اپنی مٹھی میں لے، جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے تو لوگوں نے اس مسلمان سے کہا کہ انگوٹھی اٹھا لے اور اُنگلی میں تو نہ پہن کہ (مردوں کے لیے سونے کی انگوٹھی پہننی حرام ہے) مگر اس کو بیچ کر اپنے کسی دُوسرے کام میں لگا لے، تو اُس نے یہ کہا،۔

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ کی قسم ہے جس انگوٹھی کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھینکا ہے میں اس کو کبھی بھی نہ اٹھاؤں گا۔" (مشکوٰۃ باب الخاتم)

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دو مسلمان ایک زمین کا جھگڑا لے کر آئے،

(۶) جب مدعی شہادت پیش نہ کر سکا تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مُدعیٰ علیہ سے قسم اٹھانے کا فرمایا جس کے لیے وہ تیار ہو گیا، مگر جب سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ،۔

"جب کوئی مسلمان کسی مسلمان کا مال جھوٹی قسم اٹھا کر حاصل کر لیتا ہے تو وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے حضور اس طرح پیش ہو گا کہ اُس کے اعضاء کٹے ہوئے ہوں گے۔"

یہ ارشاد سُنتے ہی اس ناجائز قابض نے کہا یہ زمین میری نہیں بلکہ اس دُوسرے مسلمان کی ہے۔ (مشکوٰۃ باب الاقضیہ والشہادات)

ایک صحابی رضی اللہ عنہ کا پختہ مکان دیکھ کر سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ

(۷) پوچھا کہ یہ کس کا مکان ہے؟ صحابہ نے نام لے کر بتا دیا کہ فلاں صحابی کا ہے، اس سے زیادہ کوئی بات چیت نہیں ہوئی، مگر وہ صحابی جب مجلس میں حاضر ہوتے تو پہلے کی طرح شفقت اور محبت نہ پاتے، اپنے ساتھیوں سے پوچھنے پر مکان کی

بات معلوم ہوئی، تو جاکر اس مکان کی بنیاد تک اکھیڑ ڈالی اور حاضرِ خدمت ہو کر اس امر کی اطلاع بھی کر دی۔

(۸) عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے گلابی رنگ کا کُرتہ پہنا ہوا تھا، جب میں سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے صرف یہ فرمایا: مَا هٰذَا (یہ کیا ہے) جس سے میں نے سمجھ لیا کہ یہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو ناپسند ہے تو میں نے جاکر اسے جلا دیا، جب سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے اس کے بارہ میں پوچھا تو میں نے عرض کیا حضور میں نے اسے جلا دیا ہے تو آپ نے یہ فرمایا کہ اپنے گھر میں کسی عورت کو پہنا دیتے (کیونکہ عورتوں کے لیے پہننا جائز ہے)

(۹) حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ غزوۂ تبوک میں بلا ارادہ شرکت سے رہ گئے تھے اور آپ کی توبہ اور معافی کا اعلان بھی ہو چکا تھا، مگر سیدِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ:۔

"جس گھر میں رہنے کی وجہ سے میں تبوک کی شرکت سے محروم رہا وہ مکان میں نے چھوڑ دیا ہے اب اس میں نہ رہوں گا اور اپنا سارا مال صدقہ کرتا ہوں، آپ نے فرمایا تیسرا حصّہ کافی ہے"

(۱۰) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ اپنے کسی غلام کو سرزنش کر رہے تھے کہ ادھر سے سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر ہوا تو آپ نے فرمایا "صدیق اور سرزنش کے غیر مناسب الفاظ ہرگز جمع نہیں ہو سکتے مجھے ربِّ کعبہ کی قسم ہے"

تو اس تنبیہ میں حضرت صدیقِ اکبرؓ نے نہ صرف وہ بلکہ اور بھی کئی غلام آزاد فرما دیئے، اور حاضرِ خدمت ہو کر عرض کیا کہ آئندہ یوں نہ کروں گا۔

(۱۱) حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور ابو برزہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم اور دیگر صحابہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں ایک جنازہ کے لیے جا رہے تھے کہ کچھ اپنی چادریں اُتار رکھی تھیں اور صرف قمیضوں میں جا رہے تھے (جیسا کہ اسلام لانے سے پہلے ان کا رواج تھا) تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم اسلام سے پہلے کی تہذیب کو اپنا رہے ہو، میں نے ارادہ کیا ہے کہ تم پر بددعا

کروں اور جب واپس ہوتے تو تمہاری شکلیں مسخ ہو چکی ہوتیں۔ صحابہ کرام نے فوراً چادریں لے لیں اور پھر کبھی ایسا کام نہ کیا)۔ (مشکوٰۃ)

یہی وجہ تھی کہ صحابہ کرام کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سب سے محبوب تھے۔ بعض غیر مسلم بھی اس امر کا خیال رکھتے تھے کہ رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا قلب مبارک کوفت محسوس نہ کرے۔ جیسا کہ ضمام بن ثعلبہ جب تحقیق کے لیے حاضرِ خدمت ہوا تو اُس نے بات چیت شروع کرنے سے پہلے یہ عرض کیا: (پوری روایت درج کی جاتی ہے)

یقول انس بن مالك بينما نحن جلوس مع النبي صلى الله عليه وسلم في المسجد۔ دَخَلَ رَجُلٌ عَلَى جَمَلٍ فَاَنَاخَهٗ فِي الْمَسْجِدِ ثُمَّ عَقَلَهٗ ثُمَّ قَالَ لَهُمْ اَيُّكُمْ مُحَمَّدٌ (صلى الله عليه وسلم) وَالنَّبِيُّ (صلى الله عليه وسلم) مُتَّكِئٌ بَيْنَ ظَهْرَانَيْهِمْ۔ فَقُلْنَا هٰذَا الرَّجُلُ الْاَبْيَضُ الْمُتَّكِئُ فَقَالَ لَهُ الرَّجُلُ اِبْنَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اَجَبْتُكَ۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس وقت جب ہم کئی صحابہ مسجد نبوی میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے ایک مرد اونٹ پر سوار آیا اُسے مسجد میں بٹھا کر پوچھنے لگا تم میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کون ہے؟ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت ہمارے سامنے تکیہ لگا کر تشریف فرما تھے۔ ہم نے اس کو کہا یہ سفید رنگ والا جو تکیہ لگائے بیٹھا ہے (یہ ہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم) تو اس نے کہا اے عبد المطلب کے بیٹے (حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا کا نام لیا) حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے تیرا پکارنا سُن لیا۔ تو اُس نے کہا میں آپ سے کچھ پوچھوں گا اور اس کلام

فقال الرجل للنبی صلی اللہ علیہ وسلم اِنّی اَسْئلُکَ فَمُشَدِّدٌ عَلَیْکَ فِی الْمَسْئَلَۃِ فَلَا تَجِدْ عَلَیَّ فِی نَفْسِکَ۔

فَقَالَ سَلْ عَمَّا بَدَا لَکَ فَقَالَ اِنِّی اَسْئَلُکَ بِرَبِّکَ وَرَبِّ مَنْ قَبْلَکَ آللّٰہُ اَرْسَلَکَ اِلَی النَّاسِ کُلِّھِمْ

فَقَالَ اَللّٰھُمَّ نَعَمْ

قَالَ اَنْشُدُکَ بِاللّٰہِ آللّٰہُ اَمَرَکَ اَنْ نُّصَلِّیَ الصَّلٰوتِ الْخَمْسِ فِی الْیَوْمِ وَاللَّیْلَۃِ

قَالَ اَللّٰھُمَّ نَعَمْ

ثُمَّ قَالَ اَنْشُدُکَ بِاللّٰہِ آللّٰہُ اَمَرَکَ اَنْ تَصُوْمَ بِھٰذَا الشَّھْرِ مِنَ السَّنَۃِ۔

قَالَ اَللّٰھُمَّ نَعَمْ

قَالَ اَنْشُدُکَ بِاللّٰہِ آللّٰہُ اَمَرَکَ اَنْ تَاْخُذَ ھٰذِہِ الصَّدَقَۃَ مِنْ اَغْنِیَآءِ فَتَقْسِمَھَا عَلٰی فُقَرَائِنَا۔

ہیں سختی ہوگی۔ پس آپ مجھ پر اپنے دل میں بھی ناراض نہ ہوں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو چاہتا ہے پوچھ لے۔ اُس نے کہا میں آپ کو آپ کے رب اور سب انبیاء علیہم السلام کے رب کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا آپ کو اللہ تعالےٰ نے سب لوگوں کے لیے رسول بنا کر بھیجا ہے؟ آپ نے فرمایا بخدا میں سب کے لیے رسول ہوں۔ پھر اُس نے کہا میں آپ کو اللہ تعالےٰ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا آپ کو اللہ تعالےٰ نے حکم دیا ہے کہ دن رات میں پانچ نمازیں ادا کی جائیں؟ آپ نے فرمایا بخدا یہ درست ہے۔ پھر اس نے کہا میں آپ کو اللہ تعالےٰ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا آپ کو اللہ تعالےٰ نے سال میں ایک ماہ کے روزے رکھیں؟ آپ نے فرمایا بخدا یہ درست ہے۔ پھر اس نے کہا میں آپ کو اللہ تعالےٰ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا آپ کو اللہ تعالےٰ نے

فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم
اَللّٰھُمَّ نَعَمْ
فَقَالَ الرَّجُلُ اٰمَنْتُ بِمَآ
جِئْتَ بِہٖ وَاَنَا رَسُوْلُ مَنْ
وَّرَائِیْ مِنْ قَوْمِیْ وَاَنَا ضِمَامُ بْنِ
ثَعْلَبَۃَ اَخُوْ بَنِیْ سَعْدِ بْنِ
بَکْرٍ۔
(بخاری باب القراۃ علی المحدث)

حکم دیا ہے کہ مالداروں سے زکوٰۃ لے
کر ہمارے فقیروں پر تقسیم فرمائیں؟ آپ
نے فرمایا بخدا یہ فرمایا ہے۔ تو اس
مرد نے کہا میں اس سب ہدایت پر
ایمان لایا جو آپ لے کر آئے ہیں،
اور میرا نام ضمام بن ثعلبہ ہے میری
قوم بنو سعد بن بکر نے مجھے آپ کی
خدمت میں بھیجا ہے۔

چنانچہ ضمام خود بھی مشرف بہ اسلام ہوا اور اپنی ساری قوم کو مسلمان بنایا۔
(رضی اللہ عنہم)

حضرت ضمام رضی اللہ عنہ نے اسلام سے پہلے بھی اس امر کو بھانپ لیا تھا کہ حضور
سید دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم رحمتِ دوعالم ہیں، ہو سکتا ہے بظاہر میرے ساتھ اچھا
سلوک کریں مگر میری تلخ باتوں سے شاید دل میں ناراض ہوں، تو ان کے دل کی
ناراضگی بھی رحمت کا نہیں غضب کا باعث ہو جاتی ہے۔

اس کے برعکس اگر کسی نے سیدِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کو ایک
عام بات سمجھ کر ٹال دیا تو وہ اسی وقت عذاب کا شکار ہو گیا، جیسا کہ:۔

ایک مسلمان بائیں ہاتھ سے کھانا کھا رہا تھا، جسے دیکھ کر سید دوعالم صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ـــــ دائیں ہاتھ سے کھانا کھا ـــــ اس نے عرض کیا کہ میرا دایاں
ہاتھ اوپر نہیں اٹھ سکتا (میں معذور ہوں) سید دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
"اللہ تعالیٰ تیرے ہاتھ کو کبھی اوپر نہ اٹھائے" چنانچہ وہ اسی وقت شل ہو گیا۔
(مشکوٰۃ شریف)

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی اور اُس کے عذاب سے بچائے۔ آمین

تنبیہ اس دورِ بے لگامی میں اکثر فاسق کہہ دیتے ہیں کہ آجکل حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات پر عمل مشکل ہے، اس لیے کہ غالب اکثریت اُن مسلمانوں کی ہے جو زبانی طور پر تو بہت کچھ کہہ دیتے ہیں مگر عملی طور پر بہت پیچھے ہیں۔ حالانکہ یہ کوئی دلیل نہیں۔ اگر خدانخواستہ کسی بستی میں آگ لگ جائے اور ایک آدمی کا گھر بچ رہا ہو، تو کیا وہ بھی اپنے گھر اور اس کے سامان کو آگ کی نذر کر دے گا! کہ جب سب جل رہے ہیں تو اِس کو بھی جلنا چاہیئے۔ بلکہ ایسے وقت اور ایسے ماحول میں تو بہت زیادہ ثواب اور اجر ملے گا۔ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:۔

مَن تَمَسَّكَ بِسُنَّتِي عِندَ فَسَادِ أُمَّتِي فَلَهُ أَجرُ مِائَةِ شَهِيدٍ۔ (مشکوٰۃ)	جس نے میری امت کی بربادی کے وقت میری ایک سُنت پر بھی عمل کیا اس کو سَو شہیدوں کا ثواب ملے گا۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا مندرجہ ذیل واقعہ نقل فرمایا ہے کہ:۔

"وہ ایک دن چند احباب کے ہمراہ ایک تالاب پر غسل کرنے کے لیے گئے، باقی احباب نے کپڑے اتارے اور پانی میں غسل کے لیے داخل ہو گئے مگر امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر عمل کرتے ہوئے تہبند باندھا اور پھر غسل کے لیے تالاب میں اترے۔ اُسی رات آپ نے خواب میں دیکھا کہ کوئی کہنے والا اُن کو اس امر کی بشارت دے رہا ہے کہ سنتِ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپ کے سارے گناہ معاف کر دیئے ہیں اور آپ کو اپنے زمانہ کا پیشوا اور مقتدا بنا دیا۔ امام صاحب نے اس کہنے پر پوچھا کہ تو کون ہے؟ تو انہوں نے کہا میں جبریل ہوں"۔ (الشفاء جلد ۲ صہ۱۳)

رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق کا مقامِ احترام

سیدِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا جس جگہ، زمان، انسان یا کسی بھی چیز سے تعلق ہو گیا اب وہ قابلِ احترام اور مبارک بن گئی۔ اور اس کی فہرست اس قدر طویل ہے کہ اس کے لیے مستقل ایک کتاب بھی ناکافی ہوگی۔ یہاں چند اشیاء کا اجمالی طور پر ذکر کیا جاتا ہے:۔

(۱) مدینہ منورہ کا نام حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے یثرب مشہور تھا مگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام مدینہ ارشاد فرمایا اور ساتھ یہ بھی ارشاد فرمایا:۔

"اب مدینہ منورہ کو یثرب کہنے والا گنہگار ہو جائے گا اُسے توبہ کرنی اور صدقہ دینا چاہیئے"۔ (تذکرہ دیارِ حبیب)

ف:۔ مدینہ منورہ کے تقریباً ایک سو نام ہیں جن میں عظمت، کرامت، اور رفعت پائی جاتی ہے۔ ان کی فہرست اور تشریح احقر کی مرتبہ کتاب (تذکرہ دیارِ حبیب) میں ہے۔

تنبیہ: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے ایسے گستاخ کو قید کرنے اور تیس کوڑے مارنے کا حکم دیا ہے جو مدینہ منورہ کی مٹی کو ردّی اور ناکارہ کہے۔ (الشفاء جلد ۲ ص۴۴)

(۲) مدینہ منورہ میں تشریف آوری پر جب سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مکان کے سامنے بیٹھ گئی تو

خاندانِ بنو سلمہ میں سے ایک صحابی جبار بن صخر رضی اللہ عنہ نے اونٹنی کو پاؤں سے ٹھوکر ماری، تاکہ وہاں سے اُٹھ جائے، یہ دیکھ کر حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا:۔

"اے جبار تو اس اونٹنی کو ٹھوکر مار رہا ہے، اللہ تعالٰی کی قسم ہے جس کے قبضے میں میری جان ہے، اگر تیرے اور میرے درمیان اسلام کا رشتہ نہ ہوتا تو میں تجھے تلوار سے قتل کر ڈالتا!"

(تذکرہ دیارِ حبیب ص ۲۸۹)

احمد بن فضلویہ کمان کو بے وضو ہاتھ نہ لگایا کرتے تھے، جب اُن کو معلوم ہوا کہ سید دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کمان کو اپنے ہاتھ میں لیا ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ مدینہ منوّرہ میں پیدل چلا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے مجھے شرم آتی ہے کہ جس بستی میں سید دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما ہوں اُس میں چارپایہ پر سوار ہو کر پھروں۔ (الشفاء)

بانی دار العلوم دیوبند مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے تمام عمر سبز رنگ کا جوتا اس ادب اور احترام کی وجہ سے نہیں پہنا کہ روضۂ اقدس کے گنبد کا رنگ سبز ہے۔ (الشہاب)

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی ٹوپی میں سید دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے چند بال مبارک سلے ہوئے تھے جن (کی برکت) سے فتح و نصرت ہوتی تھی۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب فضیلۃ شعر النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ایک مستقل باب بیان فرمایا ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سید دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر پر ہاتھ رکھ کر اپنے چہرہ پر پھیر لیا کرتے تھے۔

ایک لادینی مغالطہ اور اس کا ازالہ

بعض وہ لادین عناصر اور طبقات جو حقیقتِ رسالت اور شانِ نبوت سے ناواقف ہیں یا اپنی شقاوت اور کور بختی کی وجہ سے شانِ رسالت کے منکر ہیں، وہ یہ کہہ دیتے ہیں کہ آپ صرف اللہ تعالیٰ کے رسول تھے اور صرف یہی فرق آپ میں اور عام انسانوں میں ہے۔ حالانکہ صرف رسول ہی ایک ایسی صفت ہے کہ جو تمام انسانی صفات کمال کو نہ صرف جامع ہے بلکہ عام انسانوں سے نبی اور رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ممتاز کرنے والی ہے۔ اگر ساری دنیا کے عقلاء، علماء اور حکماء اور بادشاہ اور سارے انسان جمع ہو جائیں تو وہ کسی نبی علیہ السلام کا ہم پلہ نہیں ہو سکتے، کیونکہ ہر نبی اور رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خود اللہ تعالیٰ نے انسانی کائنات میں سے چن لیا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:۔

وَاِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْاَخْيَارِ ہ (پ۲۳ سورہ صٓ ع۴)	بے شک یہ سارے رسول ہمارے پسندیدہ اور چنے ہوئے ہیں۔ (علیہم السلام)

اسلامی عقیدہ یہ ہے کہ اگر ایک انسان دنیا کے سارے انسانوں کو نہ مانے تو وہ کافر نہیں، لیکن اگر ایک بھی سچے نبی علیہ السلام کا انکار کرے گا تو وہ اسی طرح کافر ہو جائے گا جیسا کہ سب انبیاء علیہم السلام کے انکار سے کافر ہو جاتا ہے۔ اس لیے کسی بھی انسان کو خواہ وہ دینی، دنیاوی لحاظ سے بہت ہی بلند مقام رکھتا ہو کسی بھی نبی علیہ السلام کا ہم پلہ اور نظیر کہنا کفر ہے۔

پھر سب نبیوں کے سردار امام الانبیاء، مصدقِ المرسلین، خاتم النبیین

صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ اور مقام تو اس قدر بلند ہے کہ کوئی سچا نبی اور رسول علیہ السلام بھی آپ کا ہم پلہ نہیں ہو سکتا، قرآن عزیز کا ارشاد ہے:۔

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ مِنْهُمْ مَنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ۔ (پ۳ سورۂ بقرہ آیت ۲۵۳)	ان رسولوں کو ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ان میں سے کسی کے ساتھ اللہ تعالٰے نے کلام فرمایا اور بعض کے ہم نے بہت درجے بلند کر دیئے ہیں۔

اس آیت گرامی میں بعضھم سے مراد سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ عالی ہے، کہ اس کی تفسیر قرآن کریم کی سورۃ الانشراح میں فرمادی:۔

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ (الانشراح)	اور بلند کیا ہم نے آپ کے لیے آپ کا ذکر۔

شاعرِ دربارِ نبوت حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوتے ہوئے فرمایا ؎

خُلِقْتَ مُبَرَّأً مِنْ كُلِّ عَيْبٍ كَاَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَاءُ	آپ ہر عیب سے پاک پیدا کیے گئے ہیں گویا کہ آپ نے جیسا چاہا ویسے پیدا فرمایا۔

علامہ بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے قصیدہ برء الداء میں فرمایا ؎

وَكُلُّهُمْ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ مُلْتَمِسٌ غَرْفًا مِنَ الْبَحْرِ اَوْ رَشْفًا مِنَ الدِّيَمِ	اور تمام انبیاء علیہم السلام رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک چلو پانی کے طالب ہیں یا ایک قطرہ کے آپکے بارانِ کرم سے

دارالعلوم دیوبند کے بانی حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے دربارِ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم میں نذرانۂ عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا ؎

جہاں کے سارے کمالات ایک تجھ میں ہیں
تیرے کمال کسی میں نہیں مگر دو چار
تو بوئے گل ہے اگر مثلِ گل ہیں اور نبی
تو نورِ دیدہ ہے گر ہیں وہ دیدۂ بیدار

جب کوئی سچا نبی، صاحبِ کتاب رسول علیہم السلام آپ کی نظیر اور آپ کی مثل نہیں تو کسی دوسرے انسان کو حضور انور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ تشبیہ دینا بہت بڑی گستاخی اور کفر ہے، یوں کہنے والا اگر مسلمان ہے تو اسلام سے خارج ہو جائے گا۔

حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے:۔

وَاخْتَصَّهُ مِنْ بَيْنِ إِخْوَانِهِ الْمُرْسَلِيْنَ بِخَصَائِصَ تَفُوْقُ التَّعْدَادَ۔
(الصارم صفحہ ۳۰)

اور اللہ تعالےٰ نے سیدِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کو تمام انبیاء علیہم السلام میں ایسی خصوصیات کے ساتھ ممتاز فرمایا ہے جو شمار نہیں ہو سکتیں۔

جملہ انبیاء علیہم السلام صرف اپنی اپنی اقوام کے لیے مبعوث فرمائے گئے تھے جیسا کہ اُن کی دعوت میں یَا قَوْمِ کا کلمہ موجود ہے (اے میری قوم) مگر سیدِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم سے یہ اعلان کروایا:۔

قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُوْلُ اللّٰهِ إِلَيْكُمْ جَمِيْعًا ۝ (پ ۹ سورہ اعراف ۱۵۸)

آپ فرما دیجئے اے لوگو میں تم سب کی طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔

اور آپ کی رسالت کو دوامی بتاتے ہوئے ارشاد فرمایا:۔

وَمَا أَرْسَلْنٰكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۝
(پ ۲۲ سورۃ السباء آیت ۲۸)

اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر سب لوگوں کے لیے خوشخبری اور ڈر سنانے والا۔

اسی حکمت سے آپ سب سے آخری اور کامل نبی ہیں۔ صلّی اللہ علیہ وسلّم آپ کا اپنا ارشادِ گرامی ہے:۔

وَخُتِمَ بِيَ النَّبِيُّوْنَ ۝

اور مجھ پر سب نبیوں کو ختم کیا گیا۔

چنانچہ تمام کتب حدیث میں خصوصیت کے ساتھ ایک باب بہ عنوان

فَضَائِلُ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ

بیان کیا گیا ہے اور علماء سیرت نے آپ کے ان حقوق کے موضوع پر مستقل کتابیں تالیف فرمائی ہیں جو امت کے ذمہ لازم ہیں، ان کے ادا کرنے کے بغیر کوئی آدمی مسلمان نہیں ہو سکتا، جیسا کہ:۔

① حافظ ابو سعید عبد الملک نیشاپوری م ۴۰۶ھ نے ایک مبسوط کتاب بہ نام شرف المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تحریر فرمائی۔

② یحییٰ بن یوسف حنبلی (م ۵۵۰ھ) نے سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل میں ایک جامع کتاب بیس ۲۰ جلدوں میں مرتب فرمائی ہے۔

③ علی ابن امیر مصری (م ۷۳۹ھ) نے بوقتِ وفات اپنی ذاتی لائبریری میں جو کتابیں چھوڑی تھیں اُن میں صرف فضیلت اور نعتِ سیدِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک موضوع پر ۷۵ کتابیں تھیں۔

④ دسویں صدی ہجری کے مجدد جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے بیس ۲۰ سال کی محنت کے بعد ایک کتاب بہ نام خصائصِ کبریٰ مرتب فرمائی، جس میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ہزار خصوصیات درج ہیں۔ پھر اس کا خلاصہ بھی بہ نام خصائص صغریٰ مرتب فرمایا۔ یہ کتاب کئی بار طبع ہو چکی ہے۔

⑤ ان سب میں سے زیادہ جامع کتاب کتاب الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ ہے۔ کتاب کے عنوان ہی سے ظاہر ہے کہ اُمت پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جو حقوق ہیں اُن کو بیان کیا گیا ہے۔ اس کتاب کو اللہ تعالیٰ نے بہت مقبولیت عطا فرمائی۔ یہ کتاب اندلس کے مشہور مفسر، محدث، محقق، عالم قاضی ابو الفضل عیاض بن موسیٰ

مالکی (م ۵۴۴ھ) کا نذرانہ عقیدت ہے، اس کتاب کو داخل نصاب دینی علوم کیا گیا، اور اسی کے نام سے کئی مدارس جاری کیے گئے، بلکہ فوج کے ایک حصے سے حلفِ وفاداری لیتے وقت اس کتاب پر ہاتھ رکھا جاتا تھا اور اس کا نام شافیہ ہوتا تھا۔ اسی کتاب کی برکات میں سے یہ ہے :-

کہ جس کشتی میں یہ ہو وہ ڈوبنے سے بچ جاتی ہے۔

جس مکان میں ہو وہ آگ میں جلنے سے بچ جاتا ہے۔ (نسیم الریاض)

کتاب الشفاء کے مرتب قاضی عیاض علیہ الرحمۃ کو ان کے برادر زادہ نے خواب میں دیکھا کہ وہ سید دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سونے کے تخت پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ اس منظر کو دیکھ کر ادب واحترام کی وجہ سے ان پر رعب طاری ہو گیا، تو قاضی عیاض نے اس سے فرمایا: "اے بچے میری الشفاء کو مضبوطی سے پکڑو اور اس کو اپنے لیے راہنما بنالو!" گویا آپ نے یہ فرما کر ادھر اشارہ فرمایا کہ مجھے عزت اور قرب دربار امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اس کتاب کی برکت سے ملا ہے۔

(ترجمہ بستان المحدثین از مولانا عبدالسمیع استاذ اعلیٰ دارالعلوم دیوبند ص ۳۲۳)

اس کتاب کی عربی زبان میں تقریباً بارہ شروح لکھی جا چکی ہیں۔ ترکی زبان میں اس کا ترجمہ سابق شیخ الاسلام اسماعیل آفندی (م ۱۱۴۷ھ) نے کیا، اردو زبان میں بھی اس کا ترجمہ کیا گیا۔ (رحمتِ کائنات)

سیرت نگاروں کا ادب و محبت

ویسے تو سید دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ مقدسہ پر اس قدر کتابیں دنیا کی تقریباً ہر زبان میں لکھی جا چکی ہیں جن کا شمار مشکل ہے، مگر ان سیرت نگاروں کی

مندرجہ ذیل چند قسمیں ہیں:۔

(۱) وہ سیرت نگار جو غیر مسلم ہیں اور سیرت کے خوشنما اور دل پسند عنوانات کے ضمن میں بعض ایسی باتیں درج کر جاتے ہیں جو بجائے یقین اور اعتماد کے شک و شبہ پیدا کر دیتی ہیں۔ جیساکہ مستشرقین کا طرزِ عمل ہے، یعنی وہ لوگ جو غیر مسلم ہیں مگر علومِ شرقیہ یعنی قرآن و حدیث، فقہ، تفسیر اور تصوف تک کی کچھ کتابیں پڑھ کر پھر مصنف بن جاتے ہیں اور تحقیق اور ریسرچ کے پردہ میں فاش غلطی عمداً یا جہالۃً کر جاتے ہیں۔ اس کی صرف ایک ہی مثال درج کی جاتی ہے:۔

فلپ ہٹی مشہور مستشرق گذرا ہے اُس نے ایک کتاب دی عرب لکھی ہے جس میں اُس نے سید دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذاتی پرچم عقاب کا ترجمہ باز کیا ہے۔ انگریزی میں (EAGLE) لکھا ہے۔ اور پھر اسی کا ترجمہ پنجاب کے مترجم صاحب نے تمدن عرب نامی کتاب میں باز کرتے ہوئے یہ تشریح کر دی ہے کہ سید دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پرچم پر باز کی شکل بنی ہوئی تھی ——

(عربوں کا عروج و زوال ص ۵۸) انا للہ وانا الیہ راجعون ۰

جو نبئ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم بت شکن تھے وہ کس طرح اپنے ذاتی پرچم پر باز کی شکل بنا سکتے تھے۔ یا تو ہٹی کو مغالطہ لگا ہے کہ اس نے عقاب کا مشہور ترجمہ باز کر دیا ہے یا عمداً یوں کیا ہے، حالانکہ عقاب ایک بیلدار کپڑے کا نام ہے۔

(مقدمہ "دینی لغات" مرتبہ قاضی محمد زاہد الحسینی رحمۃ اللہ علیہ)

(۲) دوسری قسم ان سیرت نگاروں کی ہے جن کے ہاں محدثین عظام اور محققین علماء اسلام تو عجمی ذہنیت رکھنے والے ہیں مگر غیر مسلم اُن کے ہاں مستند اور محقق ہیں، جیساکہ پرویز اور اس کے پیروکار۔ ان کے ہاں بخاری تو ایک لغو کتاب ہے مگر عیسائی بلکہ یہودیوں کی کتابیں بھی قابلِ استناد ہیں۔ ایسے حوالے اور عبارتیں

پرویزا اور پرویزیوں کی کتابوں میں کثرت سے موجود ہیں۔ ایسے لوگوں کے ہاں کارلائل تو مستند عالم ہے مگر قاضی محمد سلیمان منصور پوری کو ناقابلِ اعتماد سمجھا جاتا ہے۔

مقامِ افسوس ہے کہ ہمارے بعض وہ مسلمان جو دل سے سیرت سیدِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پڑھنے اور سمجھنے کا شوق تو رکھتے ہیں مگر اس شوق کو پورا کرنے کے لیے اگرچہ وہ عربی زبان سے محروم ہیں مگر اُردو سے بھی نفرت رکھتے ہوئے انگریزی زبان میں اس لٹریچر کا مطالعہ کرتے ہیں جس کا تعلق دینی احکام اور سیرت سے ہو وہ قرآن عزیز کی تفسیر کے لیے عبداللہ یوسف علی مرحوم یا مولانا عبدالماجد دریا بادی مرحوم کا ترجمہ اور تفسیر تو پڑھتے ہیں مگر اُن کی نظر میں اسیرِ مالٹا مولانا محمود حسن، مفسر القرآن شارح الحدیث مولانا شبیر احمد عثمانی، حکیم الامۃ تھانوی اور دوسرے وہ علماء کرام اس قابل نہیں جن کی ساری زندگی قرآن و حدیث کے پڑھنے اور پڑھانے میں گذری۔

(۴) ان سیرت نگاروں کی ہے جن کے دل میں حُبِ نبوی اس قدر راسخ ہے کہ وہ ہر ہر کلمے کو با ادب لکھتے اور پڑھتے ہیں اور ان کی یہ عقیدت اس کتاب کے عنوان سے ظاہر ہوتی ہے۔ ابھی جس کتاب الشفاء کا ذکر گذرا ہے۔ اس کے مؤلف علیہ الرحمۃ نے اس کتاب کا نام الشفاء رکھ کر اس عقیدت کا اظہار فرمایا ہے اس کتاب کے مطالعہ ہی سے انشاء اللہ ظاہری باطنی امراض سے شفا ہو جائے گی۔

اسی طرح سیرت سیدِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جس پہلو پر بھی علماء راسخین نے قلم اٹھایا ہے اس میں ادب، احترام اور شوق کا پہلو غالب ہے۔ پاکستان میں سعودی عرب کے پہلے سفیر علامہ عبدالحمید الخطیب نے سیرتِ مقدسہ پر ایک جامع کتاب لکھی جس کا نام اسمیٰ الرسالات رکھا جس کا معنیٰ تمام پیغامہائے رسالت سے بلند ترین رسالت سیدِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔

تاریخ مدینہ منورہ پر شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب کا نام جذب القلوب الیٰ دیار المحبوب رکھا۔

جناب مولانا محمد عنایت احمد نے سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک جامع کتاب بہ نام تواریخ حبیب الٰہ لکھی ہے جو اکثر دینی مدارس میں داخل نصاب ہے مؤلف رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کتاب ۱۲۷۵ھ میں لکھی جبکہ جزیرہ پورٹ بلیر انڈین میں اسیر تھے۔

حکیم الامۃ مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جو کتاب تالیف فرمائی ہے اس کا نام نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب رکھا۔ یعنی سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر سے خوشبو ہی پھیلتی ہے۔ اور اس روحانی اور ایمانی خوشبو میں یہ برکت تھی کہ جس زمانہ میں آپ یہ کتاب تالیف فرما رہے تھے آپ کا سارا ضلع مظفر نگر طاعون کی لپیٹ میں تھا مگر آپ کا قصبہ تھانہ بھون اس تالیف کی برکت سے طاعون سے محفوظ رہا۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک مختصر مگر جامع کتاب تالیف فرمائی ہے جس کا نام سرور المحزون رکھا ہے، یعنی وہ کتاب جس کے مطالعہ سے غمزدہ پریشان حال کو خوشی حاصل ہوگی۔

مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی رحمۃ اللہ علیہ نے سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جو کتاب لکھی ہے اس کا نام نور البصر فی سیرۃ خیر البشر رکھا ہے یعنی تمام انسانوں کے سردار صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پڑھنے سے آنکھوں کو نور حاصل ہوتا ہے۔

قصیدہ برء الداء کی اردو اور عربی شرح حضرت مولانا ذوالفقار علی دیوبندی نے تحریر فرمائی ہے جس کا نام عطر الوردہ رکھا یعنی گلاب کی عطر۔

علامہ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ نے سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت بہ نام زاد المعاد

لکھی ہے، جس کا معنیٰ یہ کہ موت کے بعد والی زندگی کے لیے زادِ راہ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اقدس کی پیروی ہی ہے، جو کہ قرآنِ عزیز کی آیت مبارکہ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ وَ یَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔ سے استنباط کیا ہے۔

دارالعلوم دیوبند کے بانی حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جو کتاب لکھی ہے اس کا نام ہی آبِ حیات تجویز فرمایا ہے۔ اور اس تالیف کی ابتداء، انتہاء، مقامِ تالیف، ایامِ تالیف کی کہانی بھی خود حضرت رحمۃ اللہ علیہ ہی کی زبان سے سن لیجئے، آپ نے فرمایا:۔

"دل میں یہ ٹھان کر قلم اٹھایا اور ٹھہرائی کہ شروع تو خدا کے گھر (بیت اللہ شریف) سے کیجئے اور بن پڑے تو بوسہ گاہ عالم، درِ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم (روضۂ اقدس) پر اختتام کو پہنچا دیجئے، تاکہ ابتداء اور انتہاء دونوں مبارک ہوں، ورنہ جس قدر بن پڑے غنیمت ہے کیونکہ اس وسیلہ سے اِس ظلوم وجہول کو امیدِ صحت اور ظنِ حسنِ قبول ہے۔" (سوانح قاسمی جلد ۲ ص ۱۲)

اس گناہ گار کو جب اللہ تعالیٰ نے عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر لکھنے کی سعادت بخشی تو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے اس کتاب کا نام رحمتِ کائنات تجویز کیا گیا، میرے خیال میں اس سے پہلے یہ نام کسی کتاب کا نہیں۔ فالحمد للہ علیٰ ذٰلک۔

اس لیے احقر کا مشورہ یہ ہے کہ اس پاکیزہ اور مقدس موضوع پر لکھی جانے والی ہر کتاب کا مطالعہ نہ کیا جائے، خصوصاً ان کتابوں سے احتراز کیا جائے جن کے مؤلف تنقیدی ذہن رکھتے ہوں، جن کی عملی زندگی حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی

سیرت اور صورت کے خلاف ہو، جن کے قلم کا رُخ تو مدینہ منورہ کی طرف ہو مگر ان کے قلب کا رُخ لندن یا امریکہ یا رُوس کی طرف ہو، ورنہ بجائے نورانیت کے ظلمات پیدا ہوجائیں گی۔ اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔

ایسے سیرت نگاروں کی بڑی نشانی یہ ہے کہ وہ سیدِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف اُن تعلیمات کو پیش کرتے ہیں جن سے عملی زندگی کا تعلق ہے، امت پر جو حقوق لازم ہیں اُن سے تغافل برت جاتے ہیں۔ حالانکہ سیدِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے امت پر حقوق صرف اظہارِ ایمان تک محدود نہیں۔ بلکہ زبان، دل، اعضاء سب پر حقوق ہیں اور وہ حقوق ختم نہیں ہوتے بلکہ قیامت تک باقی رہیں گے۔ جیسا کہ حافظ ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے :۔

إِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى أَوْجَبَ لِنَبِيِّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْقَلْبِ وَاللِّسَانِ وَالْجَوَارِحِ حُقُوْقًا زَائِدَةً عَلٰى مُجَرَّدِ التَّصْدِيْقِ كَمَا أَوْجَبَ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى عَلٰى خَلْقِهٖ مِنَ الْعِبَادَاتِ عَلَى الْقَلْبِ وَاللِّسَانِ وَالْجَوَارِحِ أُمُوْرًا زَائِدَةً عَلٰى مُجَرَّدِ التَّصْدِيْقِ بِهٖ سُبْحَانَهٗ۔ (الصارم ص۴۱۸)	اللہ تعالیٰ نے حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کے کئی حقوق مسلمانوں پر لازم کیے ہیں جن کا تعلق دل، زبان اور اعضاء کے ساتھ ہے، صرف آپ کی رسالت کی تصدیق ہی کافی نہیں جیسا کہ صرف اس بات کی تصدیق کہ اللہ تعالیٰ ہمارا معبود ہے، ایمان کے لیے کافی نہیں بلکہ دل سے تصدیق کرنا اور زبان سے اقرار کرنا اور عبادت کے اعمال کرنا یہ سب توحید کے عقیدہ کے لیے لازم اور ضروری ہیں۔

یہ حقوق صرف سیدِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ دُنیوی تک محدود نہیں بلکہ اس دُنیا سے دارِ آخرت کی طرف تشریف لے جانے پر بھی باقی ہی نہیں بلکہ زیادہ مؤکد ہوگئے ہیں۔ حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے ہی فرمایا :۔

بَلْ ذٰلِكَ بَعْدَ مَوْتِهٖ وَتَأَكَّدَ وَاَكَّدَ۔ (الصارم ص ۹۳)

یہ حقوق سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر آخرت کے بعد اور زیادہ موکد ہو گئے تھے۔

کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آج بھی اسی طرح اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں جس طرح آج سے ساڑھے چودہ سو سال پہلے تھے، اور قیامت تک آپ اللہ تعالےٰ کے رسول رہیں گے۔ جیسا کہ سورۃ الجمعہ میں ارشاد فرمایا:۔

وَاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝ (سورہ جمعہ آیت ۳، ۴)

اور آپ ان پچھلے لوگوں میں بھی مبعوث ہیں جو ابھی تک ان صحابہ کرام سے نہیں ملے اور اللہ تعالیٰ غالب ہے جو چاہے کر لیتا ہے اور جو کرتا ہے اس میں حکمت ہوتی ہے اور دوامی رسالت اللہ تعالیٰ کا خصوصی فضل ہے اللہ دیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور اللہ تعالےٰ بہت بڑے فضل والا ہے۔

چنانچہ سیدِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تبارک وتعالےٰ نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:۔

وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا۔ (پ۵ سورۃ النساء آیت ۱۱۳)

اور آپ پر اللہ تعالےٰ کا فضل بہت بڑا ہے۔

بَلَغَ الْعُلٰى بِكَمَالِهٖ
كَشَفَ الدُّجٰى بِجَمَالِهٖ
حَسُنَتْ جَمِيْعُ خِصَالِهٖ
صَلُّوْا عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ

فائدہ:۔ اردو زبان میں سید دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مقدسہ پر کئی کتابیں لکھی گئی ہیں، مگر سب سے زیادہ قبولیت علامہ شبلی نعمانی کی مرتبہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوئی ہے کہ علمی، ادبی، تاریخی لحاظ سے ایک جامع مرقع ہے۔

احقر کی نظر میں اس کی صرف ایک ہی وجہ ہے اور وہ ادب اور عشق رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ ادب کی تو یہ حالت ہے کہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کتابت کے وقت کاتب کو یہ ہدایت فرمائی کہ:۔

"ترجمہ میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق مفرد کی ضمیر استعمال نہ کیجئے بلکہ جمع کی" (خطوط مشاہیر ص ۱۵)

اور عشق کا یہ حال ہے کہ کتاب کا سرنامہ یوں تحریر فرمایا:۔

"ایک گدائے بے نوا شہنشاہ کونین کے دربار میں اخلاص و عقیدت کی نذر لے کر آیا ہے ؎

زچشم آستین بردار و گوہر را تماشا کن"

اس ایک مصرعہ میں سوز و گداز، عشق و محبت کے دریا بند فرما دیئے ہیں "کہ میں جناب کے فراق میں رو رہا ہوں مگر اپنے رونے کو اپنی آستین سے چھپا رہا ہوں (تاکہ ریاکاری کا شبہ نہ رہے) آپ خود ہی اپنے دست مبارک سے میری آستین کو میری آنکھوں سے ہٹا کر خود ہی ملاحظہ فرما دیں کہ میرے آنسو کس طرح بہہ رہے ہیں۔ آنسوؤں کو گوہر کے ساتھ تشبیہ دینے میں محبت اور عقیدت کا اظہار ہے کہ آپ کے فراق میں بہنے والے آنسو تو آپ کی برکت سے موتی بن گئے ہیں"۔

رحمت دو عالم محبوب رب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر ایسی عقیدت کے ساتھ جو کتاب لکھی جائے یا جو تقریر کی جائے وہ مؤثر اور قبول ہوگی۔ وباللہ التوفیق

اسی طرح مقبول ترین کتاب رحمۃ للعالمین ہے یہ سیرت مقدسہ پر اردو زبان میں

جامع کتاب ہے مؤلف رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا نام ہی ایسا مبارک رکھا جس سے مبارک دوسرا نام نہیں ہو سکتا۔ یہ کتاب قاضی محمد سلمان منصور پوری ؒ نے تالیف فرمائی ہے جو اگرچہ اہلحدیث مکتب فکر کے ساتھ تعلق رکھتے تھے مگر ان کے عشقِ محبوب اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حال تھا کہ حسبِ ارشاد سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ :-

"ان کا سب سے بالاتر جو وصف تھا وہ ذاتِ پاک رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شیفتگی اور عقیدت ہے، دو حج کیے اور آخر دوسرے حج میں دیارِ حبیب میں اپنی جان جانِ آفرین کے سپرد کی اور عبودیت کا سر اس آستانہ اقدس پر اس طرح جھکایا کہ پھر نہ اٹھایا۔ عشقِ باطن نے ظاہری نعمت کے ساتھ باطن کی سعادت یہ بخشی کہ اس زمین میں ان کو ہمیشہ کے لیے جگہ دی جس کے ذرہ ذرہ کے ساتھ ان کی رگ رگ کو وابستگی تھی"۔ (جلد۳ ص ۸)

حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب میر محدث سیالکوٹی نور اللہ مرقدہ کا ارشاد ہے :-

"مورخہ ۸ ذی الحجہ ۱۳۶۵ھ مطابق ۳ نومبر ۱۹۴۶ء کو بعد نمازِ ظہر بہ سبب ضعفِ طبع لیٹے ہوئے قرآن شریف کی تلاوت کر رہا تھا کہ اچانک اونگھ آگئی فَظَهَرَ فِي عَالَمِ الْمِثَالِ أَنَّ اللهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى يَقُولُ لِنَبِيِّهِ فِي إِثْنَاءِ قِرَاءَتِي فِي ضِمْنِ خِطَابِهِ لَهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِضَافَتِهِ إِلَيْهِ تَعَالَى فِي مِثْلِ رَبِّكَ وَغَيْرِهِ اے میرے پیارے نبی، اے میرے پیارے حبیب، پس اس وقت سے میں نے درسِ قرآن اور ترجمہ تحریری میں ضمیر مخاطب جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہو اس کا ترجمہ انہی الفاظ میں شروع کر دیا ہے۔ وھذا من فضل ربی ولا فخر ۱۲ منہ"

(تفسیر تبصیر الرحمٰن مطبوعہ سلمان کمپنی سوہدرہ ضلع گوجرانوالہ ص ۴۳)

عالم ارواح میں توقیر سیدالانبیاء صلّی اللہ علیہ وسلّم

سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلّم سے اپنی نبوت کے ابتدائی ظہور کے بارہ میں پوچھا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا:۔

اٰدَمُ بَیْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ ۔	میرے لیے نبوت اس وقت لازم کی گئی تھی جبکہ ابھی آدم علیہ السلام روح اور بدن کے درمیان ہی تھے ۔

ایک اور ارشاد میں یوں بھی فرمایا:۔

اِنِّیْ عِنْدَ اللّٰہِ مَکْتُوْبٌ خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ وَاِنَّ اٰدَمَ لَمُنْجَدِلٌ فِیْ طِیْنَتِہٖ ۔ (مشکوٰۃ باب فضائل سیدالمرسلین صلی اللہ علیہ وسلّم)	میں اللہ تعالےٰ کے ہاں اس وقت بھی خاتم النبیین لکھا ہوا تھا جبکہ ابھی حضرت آدم علیہ السلام اپنی مٹی میں پلٹے ہوئے تھے ۔

اس ارشادِ عالی کی دلیل میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ عالم ارواح میں اللہ تعالیٰ نے سب انسانوں سے ایک عہد لیا تھا جو اللہ تعالیٰ کی ربوبیت اور وحدانیت کا تھا۔ جیسا کہ پارہ ۹ سورۃ الاعراف آیت ۱۷۲ میں ارشاد فرمایا:۔

وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِیْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْؕ قَالُوْا بَلٰىۚۛ شَهِدْنَاۚۛ اَنْ تَقُوْلُوْا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِیْنَ ۙ	اور جب نکالا تیرے رب نے بنی آدم کی پیٹھوں سے ان کی اولاد کو اور اقرار لیا ان سے ان کی جانوں پر کیا میں نہیں ہوں تمہارا رب بولے ہاں ہے ہم نے تم سے اقرار لیا کبھی کہنے لگو قیامت کے دن ہم کو تو اس کی خبر نہ تھی ۔

یعنی اقرارِ ربوبیت اور الوہیت اس لیے لیا گیا کہ نافرمان انسان قیامت کے دن یہ عذر پیش نہ کر دیں کہ ہمیں اس بات کا علم نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ ہی رب ہے

اور وہ وحدہٗ لاشریک ہے، بلکہ سب انسانوں سے وجود میں آنے سے پہلے ہی یہ عہد لے لیا۔

دوسرا عہد تمام بنی نوع انسان میں منتخب شدہ اور پسندیدہ اُن سعادتمندوں سے لیا جن کو خداوند قدوس نے انسانوں کی راہنمائی کے لیے نبوّت سے سرفراز فرمایا ہے، یہ عہد سیدِ دوعالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے متعلق ہے۔ پارہ ۳ سورۃ آلِ عمران آیت ۸۱ میں فرمایا۔

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ۭ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰي ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ ۭ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ۭ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ۝

اور جب لیا اللہ تعالیٰ نے عہد نبیوں سے کہ جو کچھ میں نے تم کو دیا کتابیں اور علم پھر آئے تمہارے پاس بڑا رسول کہ سچا بتاوے تمہارے پاس والی کتاب کو تو اُس رسول پر ضرور ایمان لاؤ گے اور اس کی مدد کرو گے، فرمایا کیا تم نے اقرار کیا اور اس شرط پر میرا عہد قبول کیا، بولے ہم نے اقرار کیا فرمایا تو اب گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں۔

یہ دوسرا عہد پہلے عہد سے زیادہ اہم اور عظیم الشّان اس لیے ہے کہ اس میں آخری رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم کے متعلق :۔

ایک تو اُن کی رسالتِ عُظمٰی کا یوں تعارف کرایا کہ وہ رسول علیہ السّلام تم سب کی رسالتوں کا مصدق ہوگا (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر اس رسول کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے کسی ایسے نبی علیہ السلام کی بھی تصدیق کردی جس کا نام لینے والا دنیا میں کوئی نہ ہوگا

تو اس کی رسالت پر ایمان لانا ضروری ہو جائے گا۔ جیسا کہ الیسع اور ذوالکفل علیہم السلام کے نام لینے والے بطور امت کے آج دنیا میں کوئی نہیں، مگر ان کو اس لیے نبی ماننا ضروری ہے کہ سیدِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نبی بتایا۔ علیہ السلام۔

چنانچہ آپ کی تشریف آوری پر آپ کے اس کارنامے کو یوں ذکر فرمایا:۔

بَلْ جَآءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ (پ۲۳، سورۃ الصّٰفّٰت آیت ۳۷)	بلکہ آپ اَن مٹ دین لے کر آئے اور پہلے رسولوں کی تصدیق فرمادی۔

اگرچہ بعض ایسے انسان بھی دنیا میں موجود تھے جن کے اعمال اور کردار اس وقت کے دوسرے انسانوں سے بہتر ہوں مگر اُن کو نبی کہنا، نبی ماننا کفر ہے کہ ان کی نبوّت اور رسالت کی تصدیق نہیں ہوتی۔ کیونکہ سب سے آخری، مُصدِّق صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا چکے۔ اب ان کے بعد اگر کوئی رسالت و نبوت کا دعویٰ کرے گا تو وہ جھوٹا اور کذّاب ہوگا، اُس کو نبی ماننا کفر ہوگا۔

اس عالمِ ارواح کے عہد اور میثاق کی وضاحت کرتے ہوئے شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ نے وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ کی تفسیر میں فرمایا:۔

"یعنی: پیغمبروں میں اور فرشتوں میں تیرا نام بلند ہے۔"

سیّد دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی بار اپنی سیادت اور عظمت کا ذکر فرمایا اختصار کے لیے صرف ایک ہی روایت کو ذکر کیا جاتا ہے:۔

"حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ چند صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم تشریف فرما تھے کہ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور ان کے قریب ہو کر ان کی بات چیت کو سُن کر یہ ارشاد فرمایا کہ میں نے تمہاری باتیں سُنی ہیں اور تم کو جس بات پر تعجب

ہُوا یہ بھی سُن لیا، تم نے کہا کہ ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ ہیں، یہ بات یُوں ہی ہے اور تم نے کہا موسیٰ کلیم اللہ ہیں، یہ بھی درست ہے اور تم نے کہا عیسٰے روح اللہ ہیں اور اللہ تعالےٰ کے کلمہ کُن سے پیدا ہوئے ہیں، یہ بھی درست ہے اور تم نے کہا حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالےٰ نے چُن لیا ہے اور پسند فرمالیا، یہ بھی درست ہے، مگر یاد رکھو میں اللہ تعالےٰ کا حبیب ہوں اور یہ کوئی غرور کی بات نہیں کر رہا ہوں۔"

اس ارشاد میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تمام کمالات کو جمع فرما دیا جو دُوسرے انبیاء علیہم السّلام کو فرداً فرداً عطا ہوئے ہیں۔

حبیب کو مقامِ خُلّت بھی عطا ہوتا ہے، حبیب تو وہی ہوتا ہے جس کے ساتھ محبّت ہو، اور پھر محبوب کے ساتھ کلام کرنا یہ بھی مخصوص انداز کا حامل ہوتا ہے اس لیے آپ کو مقامِ کلیم بھی حاصل ہے اور یہ محبوبیت انتخاب اور پسندیدگی کا مظہر ہوتی ہے، اس لیے آپ کو صفی اللہ کا مقام بھی حاصل ہوا۔

قرآنِ عزیز نے آپ کی محبوبیت کی عظمت کو یوں بھی فرمایا کہ جو مسلمان حضور سیدِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرے گا، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد فرمودہ نظام کو عملاً بھی اپنائے گا تو وہ بھی اللہ تعالےٰ کا محبوب ہو جائے گا۔

اب اس عہد کا عملی ظہور شبِ معراج کو یوں فرمایا کہ جب سیدِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت الحرام سے روانہ ہو کر المسجد الاقصیٰ میں قدم مبارک رکھا تو حضرت آدم سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہم السّلام تک سب انبیاء علیہم السّلام موجود تھے جن کی امامت سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی اور اس طرح اُس عہد کی عملی تصدیق اور توثیق بھی ہو گئی جو عالمِ ارواح میں خداوند قدوس نے انبیاء علیہم السّلام سے لیا تھا۔

ف: شبِ معراج حضور سیدِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلّم نے انبیاء علیہم السلام کی دو بار امامت فرمائی ہے۔ (مرقاۃ جلد ۱۱ ص ۱۵۸)

اس میثاق اور عہد کا کامل ظہور قیامت کے دن یوں ہوگا کہ جب سب انسان شفاعت کے لیے انبیاء علیہم السّلام کے ہاں جائیں گے اور سب اس سے معذرت فرماویں گے تو صرف وہی ذاتِ عالی اس شفاعت کے لیے تیار ہو جائے گی جس نے دُنیا میں اِس منظر کو اسی طرح بیان فرمایا تھا۔ آپ کا ایک ارشادِ گرامی ہے:۔

اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَاَوَّلُ مَنْ یَنْشَقُّ عَنْہُ الْقَبْرُ وَاَوَّلُ شَافِعٍ وَّاَوَّلُ مُشَفَّعٍ۔

(رواہ مسلم)

میں قیامت کے دن تمام اولادِ آدم کا سردار ہوں گا اور میں ہی پہلا وہ شخص ہوں گا جس کی قبر کھل جائے گی (اور میں اسی بدنِ اطہر کے ساتھ باہر جلوہ افروز ہو جاؤں گا) اور سب سے پہلے میں ہی شفاعت کروں گا اور سب سے پہلے میری ہی شفاعت قبول کی جائے گی۔

تنبیہ:۔ "بعض گستاخ آج کھلے بندوں یہ کہہ رہے ہیں کہ روضۂ اقدس میں سیدِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلّم تشریف فرما نہیں۔ یہ ارشادِ گرامی اُن کے اِس گستاخانہ عقیدہ کا جواب ہے"!

عالمِ ارواح میں انبیاء علیہم السّلام سے آپ پر ایمان لانے اور آپ کے دین کی مدد کرنے کا عہد لیا گیا۔ یہ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کی وہ توقیر اور فضیلت ہے جو کسی نبی علیہ السّلام کو بھی حاصل نہیں، تو غیر نبی کا کیا مقام ہو سکتا ہے؟

(**ف**) مفسرینِ قرآن عزیز نے سورۃ البروج کی آیت ۳ کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ شاھد سے مراد جملہ انبیاء علیہم السّلام ہیں اور مشھود سے مراد سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ (قرطبی وغیرہ)

خلیل اللہ علیہ السلام کی دعا

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ شریفہ کی تعمیر کے دوران جو دعائیں مانگی ہیں اُن میں سے یہ دعا بھی ہے:۔

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ○ (سورۃ البقرہ آیت ۱۲۹)

اے پروردگار ہمارے اور بھیج ان میں ایک رسول ان ہی میں کا کہ پڑھے ان پر تیری آیتیں اور سکھاوے ان کو کتاب اور دین کی پختہ باتیں اور پاک کرے ان کو بے شک تو ہی بڑا زبردست بڑی حکمت والا ہے۔

اس سے مراد حضور سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں، جیسا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

اَنَا دَعْوَةُ اِبْرَاهِيْمَ ۔ ترجمہ (میں ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہوں)

آپ کی اس دعا کا جواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ ارشاد ہوا کہ:۔

"آپ کی دعا قبول ہو چکی ہے اور یہ نبی سب سے آخری نبی ہو گا" صلی اللہ علیہ وسلم۔ (روح)

کلیم اللہ علیہ السلام کو پیغامِ حبیب اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام

کوہِ طور پر جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی امت کے بے دونوں جہانوں کی

بہتری کے لیے دعا مانگی تو خداوند قدوس نے ان کو یہ ارشاد فرمایا :۔

فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ ۚ اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ ۗ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝

(سورۃ الاعراف ۱۵۶، ۱۵۷)

پس یہ دونوں جہانوں کی بہتری میں لکھ دوں گا ان کے لیے جو مجھ سے ڈریں گے اور زکوٰۃ دیں گے اور ہماری سب باتوں پر ایمان لائیں گے ۝ (یہ وہ لوگ ہیں) جو پیروی کریں گے اس رسول نبی اُمّی کی جس کو وہ اپنے ہاں تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پائیں گے یہ رسول ان کو ہر نیک کام کا حکم دے گا اور ہر بُرائی سے منع کرے گا اور ان کے لیے ستھری چیزیں حلال کرے گا اور گندی چیزیں حرام کرے گا اور ان سے ان کے وہ بوجھ اور طوق اتار دے گا جو ان پر پڑے ہوں گے پس جو لوگ اس نبی علیہ السلام پر ایمان لائینگے اور اس کی عزت کریں گے اور اس کے دین کی مدد کریں گے اور اس روشنی (قرآن کریم) کی پیروی کرینگے جو اس کے ساتھ اتاری جائے گی یہی وہ لوگ ہیں جو کامیاب ہوں گے۔

(ف) اس ارشاد میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری، آپ کے مقام رفیع، آپ کی ختم نبوت، آپ کی امت کی فضیلت سے آگاہ فرمایا گیا۔

اُمّی کی نسبت یا تو مرکز توحید اُمّ القریٰ (مکہ معظمہ) کی طرف ہے اور یا اُمّ کی طرف ہے یعنی معصوم کامل جیسا کہ والدہ ماجدہ کے شکم سے ظہور پذیر ہوئے (روح)

یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ الف سے مراد پہلے نبی آدم علیہ السلام، اور میم سے مراد آخری نبی مسیح علیہ السلام ہیں اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ان سب کے آخر میں بطور کامل نبی کے تشریف لائے۔ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت داؤد علیہ السلام کی دعا ہے :۔

اَللّٰھُمَّ ابْعَثْ لَنَا مُحَمَّدًا مُقِیْمَ السُّنَّۃِ بَعْدَ الْفَتْرَۃِ۔
(الشفاء، ج ۱، ص ۱۴۶)

یا اللہ ہمارے لیے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرما جو آسمانی ہدایت کے نزول کے کافی زمانہ بند ہونے کے بعد تشریف لائیں گے اور انکی وجہ سے سنّت قائم ہوگی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت آئندہ صفحات میں آ رہی ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو خلیل، کلیم، صفی، روح اللہ، خلیفۃ اللہ علیہم السلام کی وہ ساری صفات بھی حاصل تھیں جو ان کو فرداً فرداً عطا فرمائی تھیں۔ آپ نے اپنے حبیب اللہ کی تشریح اپنے ایک ارشاد میں یوں فرمائی :۔

"حضرت جابر بن سلیم رضی اللہ عنہ نے اسلام لانے سے پہلے دربار سید دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم میں عرض کیا کیا آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں ؟ آپ نے فرمایا میں اللہ تعالےٰ کا ایسا رسول ہوں کہ اگر تجھے کوئی تکلیف پہنچے اور میں اللہ تعالیٰ سے دعا کروں تو وہ تیری تکلیف کو دور کر دے گا، اور اگر تو قحط کی لپیٹ میں آجائے اور میں اللہ تعالیٰ سے دعا کروں تو وہ تیرے علاقے کو شاداب فرمائے گا اور اگر کسی صحرا میں تیری سواری بھاگ جائے اور میں دعا کروں تو اللہ تعالیٰ اس سواری کو تیرے پاس لے آئے گا۔" (مشکوٰۃ، باب فضل الصدقہ)

آپ کی تشریف آوری کی خبر ارض وسما میں

یہ بات ظاہر ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے سب انبیاء علیہم السلام سے آپ پر ایمان لانے اور اپنی اپنی اُمتوں کو ایمان لانے کا حکم دینے کا عہد لیا تھا تو سب انبیاء علیہم السلام نے اپنے اپنے زمانہ میں لوگوں کو اس امر کی اطلاع کر دی ہو گی، جس کی ایک واضح مثال بنی اسرائیل کے آخری نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا وہ ارشاد ہے جو پ ۲۸ سورۃ الصف آیت ۶ میں ہے :-

یٰبَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ اِنِّیۡ رَسُوۡلُ اللّٰہِ اِلَیۡکُمۡ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیۡنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوۡرٰىۃِ وَ مُبَشِّرًۢا بِرَسُوۡلٍ یَّاۡتِیۡ مِنۡۢ بَعۡدِی اسۡمُہٗۤ اَحۡمَدُ ؕ	اے بنی اسرائیل میں بھیجا ہوا آیا ہوں اللہ تعالیٰ کا تمہارے پاس تصدیق کرنے والا اس کی جو مجھ سے آگے ہے توریت اور خوشخبری سنانے والا بڑے رسول کی جو میرے بعد آئے گا اس کا نام احمد ہے۔ (صلی اللہ علیہ وسلم)

(ف :- ہر نبی علیہ السلام نے اپنی قوم کو یٰقوم کہہ کر خطاب فرمایا مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یٰقوم نہیں فرمایا، کیونکہ قوم تو باپ سے بنتی ہے اور آپ بن باپ اللہ تعالیٰ کے حکم سے پیدا ہوئے تھے۔)

اس لیے آپ کے تشریف لانے سے پہلے اہل کتاب اور غیر اہل کتاب میں آپ کی تشریف آوری کا چرچا تھا۔ بلکہ ہر اس شعبہ میں جس کا تعلق کسی نہ کسی طرح مستقبل کے واقعات کے علم کے ساتھ تھا، آپ کی تشریف آوری کا ذکر موجود تھا۔ جیسا کہ حافظ الحدیث علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے :-

اِنَّ الْاِشَارَاتِ بِالنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ	سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے

جَاءَتْ مِنْ كُلِّ طَرِيْقٍ وَّعَلٰى لِسَانِ كُلِّ فَرِيْقٍ مِّنْ كَاهِنٍ اَوْ مُنَجِّمٍ مُّحِقٍّ اَوْ مُبْطِلٍ اِنْسِيٍّ اَوْ جِنِّيٍّ۔

اشارے ہر طریقے سے ظاہر ہو رہے تھے، کاہن اور نجوم کے ماہر، انس اور جنات بھی اطلاع دے رہے تھے۔

(فتح الباری جلد ا ص ۳۹)

جیسا کہ بخاری شریف میں ہے کہ ہرقل نے آپ کے ظہور قدسی کو اپنے علم نجوم اور کہانت کے ذریعہ سے معلوم کر لیا تھا کہ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہو چکا ہے۔

ف:۔ ہرقل روم کا عیسائی بادشاہ تھا، اسے سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمان لانے کی دعوت دی، اُس نے یہ کہا کہ مجھے علم نجوم اور کہانت کے ذریعہ سے معلوم تھا کہ نبی الختان ظاہر ہونے والا ہے۔ یعنی اس قوم میں عظیم الشان نبی پیدا ہونے والا ہے جو قوم ختنہ کرتی ہے، اور یہ عرب قوم تھی۔ اور اپنے ایک دوسرے بیان میں ہرقل نے یوں کہا کہ اگر میں ان کی خدمت میں پہنچ سکا تو اُن کے پاؤں کو دھوؤں گا۔

اسی طرح مکہ مکرمہ کے سادات قریش اور یثرب (مدینہ منورہ) کے سادات میں آپ کی تشریف آوری پر یقین تھا، جیسا کہ ان کے سرکردہ لوگوں نے اپنی اپنی قوم کو بتایا۔ چنانچہ قریش مکہ کے مورث اعلیٰ کعب بن لوی بن مالک ہر جمعہ کو قریش مکہ کو جمع کر کے ان کے سامنے یہ خطبہ پڑھا کرتے تھے ؎

نَهَارٌ وَلَيْلٌ كُلَّ يَوْمٍ حَادِثٍ ٭ سَوَاءٌ عَلَيْنَا لَيْلُهَا وَنَهَارُهَا

تَؤُوْبَانِ بِالْاَحْدَاثِ فِيْنَا تَؤُوْبًا ٭ وَبِالنِّعَمِ الضَّافِيْ عَلَيْنَا سُتُوْرُهَا

صُرُوْفٌ اَبْنَاءٌ تَقَلَّبَ اَهْلِيْهَا ٭ لَهَا عُقَدٌ مَا يَسْتَحِيْلُ مَرِيْرُهَا

عَلٰى غَفْلَةٍ يَاْتِي النَّبِيُّ مُحَمَّدٌ صلی اللہ علیہ وسلم ٭ فَيُخْبِرُ اَخْبَارًا صَدُوْقًا خَبِيْرُهَا

يَا لَيْتَنِيْ شَاهِدٌ فَحْوَاءَ دَعْوَتِهٖ ٭ حِيْنَ الْعَشِيْرَةُ تَبْغِي الْحَقَّ خِذْلَانًا

ترجمہ اشعار

(۱) یہ رات اور دن کی گردش ہمارے لیے برابر ہے۔
(۲) کبھی کسی حادثہ کا ظہور ہو جاتا ہے اور کبھی کوئی اچھی بات ظاہر ہو جاتی ہے۔
(۳) بعض ایسے حوادث بھی ہو جاتے ہیں جن سے نجات مشکل ہو جاتی ہے۔
(۴) ایسی بے خبری میں نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئیں گے جو سچے خبر دینے والے (خداوند تعالیٰ) کی طرف سے سچی خبریں ارشاد فرمائیں گے۔
(۵) کاش میں اُن کی دعوت کے وقت موجود ہوتا تو اُن پر ایمان لے آتا جب قوم قریش اس دینِ حق سے بغاوت کر کے ذلیل ہو جائے گی۔

(الاحکام السلطانیہ مؤلفہ قاضی علی بن محمد بصری م ۴۵۰ھ ص ۱۵۷)

ف ۱: سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب کعب بن لوی بن مالک تک یوں ہے: — محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصّی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی .... بن عدنان
اس امر پر علماء انساب کا اتفاق ہے کہ عدنان حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے۔ (زاد المعاد، ج ۱ ص ۲۹)

ف ۲: کعب کے اشعار میں آپ کا اسم گرامی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ذکر ہے شاید اسی وجہ سے عبدالمطلب نے آپ کا نام محمد رکھا ہو۔

ف ۳: جب بابل کے ظالم بادشاہ بخت نصر نے عرب پر حملہ کا ارادہ کیا اُس وقت سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جدِ اعلیٰ معد بن عدنان مکہ مکرمہ کے سردار تھے، اللہ تعالیٰ نے اُس وقت کے دو انبیاء حزقیل اور برخیا علیہم السلام کو وحی فرمائی کہ وہ مکہ مکرمہ سے معد کو نکال کر اپنی حفاظت میں لے آئیں کہ ان سے سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیدا ہونا ہے۔ (رحمۃ للعالمین جلد ۲ ص ۱۰۴)

اسی طرح مدینہ منورہ (اس وقت کے یثرب) کے خاندان اوس کے مورثِ اعلیٰ اوس نے اپنی موت کے وقت جو وصیت فرمائی تھی اس میں بھی سید دوعالم صلّی اللہ علیہ وسلّم پر ایمان لانے اور آپ کی نصرت کرنے کا حکم ہے، اس وصیت کے چند اشعار بطور شہادت کے لکھے جاتے ہیں:

فَاِنَّ لَنَا رَبًّا فَوْقَ عَرْشِہٖ عَلِیْمًا بِمَا یَاْتِیْ مِنَ الْخَیْرِ وَالشَّرِّ

اَلَمْ یَاْتِ قَوْمِیْ اَنَّ لِلّٰہِ دَعْوَۃً یَفُوْزُ بِھَا اَھْلُ السَّعَادَۃِ وَالْبِرِّ

اِذَا بُعِثَ الْمَبْعُوْثُ مِنْ آلِ غَالِبٍ بِمَکَّۃَ فِیْمَا بَیْنَ زَمْزَمِ وَالْحِجْرِ

ھُنَالِکَ فَابْغُوْا نَصْرَہٗ بِبِلَادِکُمْ بَنِیْ عَامِرٍ اِنَّ السَّعَادَۃَ فِی النَّصْرِ

(وفاء الوفاء جلد ۱ صفحہ ۱۷۷)

ترجمہ:- بے شک ہمارا ایک رب ہے جو عرش پر ہے اور وہ ہر خیر اور شر کو بخوبی جانتا ہے۔

کیا میری قوم کو یہ پتہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک داعی آنے والا ہے جس کی پیروی سے سعادتمند کامیاب ہو جائیں گے۔

جب آلِ غالب میں سے ایک نبی زمزم اور حجر کے درمیان مبعوث ہوگا۔

اُس وقت اس نبی کریم (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کو اپنے وطن آنے کی دعوت دو اور ان کی مدد کرو، اے عامر کی اولاد نیک۔ تحقیق ان کے دین کی مدد میں ہے۔

فائدہ:- جب سید دوعالم صلّی اللہ علیہ وسلّم مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو آپ کے استقبالی اشعار مدح میں اَیُّھَا الْمَبْعُوْثُ فِیْنَا کا ذکر کیا گیا ہے۔

فائدہ:- حجر سے مراد وہ جگہ ہے جو حطیم اور کعبہ شریف کی دیوار کے درمیان ہے جسے حجرِ اسمٰعیل علیہ السلام بھی کہا جاتا ہے۔ سید دوعالم صلّی اللہ علیہ وسلّم ایک دن طواف فرما رہے تھے اور قریشِ مکّہ اسی جگہ بیٹھے ہوئے تھے۔

جنّات میں آپ کی تشریف آوری کا ذکر

جیسا کہ اس باب کے شروع میں گذر چکا ہے کہ جنّات میں بھی آپ کی تشریف آوری اور آپ کے اسم گرامی **محمد** صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر پایا جاتا تھا، جیسا کہ :۔

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے سے پہلے اہل مکہ نے ایک منظوم کلام سنی جس کے کہنے والا نظر نہیں آیا تھا، جن میں سے چند اشعار کا ترجمہ درج ذیل ہے :۔

اگر یہ دو سعد اسلام قبول کرلیں تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں بے خوف ہو جائیں گے۔

اے قبیلہ اوس کے سعد تُو دین کا مددگار ہو جا اور اے بہادر خزرج کے سعد تو بھی۔

تم دونوں ہدایت کی طرف پکارنے والے کی بات قبول کرلو اور اُمید رکھو کہ تم کو اللہ تعالےٰ جنّت الفردوس عطا فرمائے گا۔ (وفاء الوفاء جلد ا ص ۲۲۸)

جب حضور سیدِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ کو ہجرت فرما گئے تو آپ کے تشریف لے جانے کے بعد ابو قبیس پہاڑ سے چند اشعار سُنے گئے جن میں سے تین اشعار کا ترجمہ درج ہے :۔

(۱) وہ اللہ تعالےٰ جو جزاء کا مالک ہے ان دو دوستوں کو جزائے خیر دے جنہوں نے ام معبد کے خیمہ میں قیلولہ فرمایا۔

(۲) یہ دونوں حق کو لے کر وطن سے نکلے اور حق ہی سے ان کا نزول ہوا، جو

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھی بنا پس وہ کامیاب ہو گیا۔
(۳) اور کسی اونٹنی کو یہ شرف حاصل نہیں کہ اس پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم جیسے پاکیزہ اور وفادار نے سواری کی ہو۔ (وفاء الوفاء جلد ا ص ۲۴۱)

بلکہ جنات نے نہ صرف یہ کہ جنوں میں آپ پر ایمان لانے کی تبلیغ کی، جس کا ذکر قرآنِ کریم کی سورۃ الاحقاف اور سورۃ الجن میں موجود ہے، بلکہ انسانوں کو بھی آپ پر ایمان لانے کی ترغیب دی، جیسا کہ مندرجہ ذیل واقعہ سے ظاہر ہے:

"جب یمن میں اسلام کی اشاعت ہوئی تو وہاں سے ایک یمنی خنافر نامی بھاگ گیا تاکہ اسلام نہ لائے، مگر ایک رات اسے شصار نامی جن نے ایمان لانے کی دعوت دی اور یہ بھی کہا کہ وہ تو مشرف بہ اسلام ہو چکا ہے چنانچہ خنافر بھی مشرف بہ اسلام ہو گیا"۔ (الاصابہ، ج ص ۷۵۴)

آپ نبی الثقلین ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم)

حضور سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح قیامت تک پیدا ہونے والی انسانی نسل کے لیے راہنما ہیں اور سارے انسان اس بات کے مکلف ہیں کہ وہ جب بھی، جہاں بھی پیدا ہوں وہ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں ورنہ وہ گمراہ اور کافر ہی سمجھے جائیں گے۔ اسی طرح جنات بھی اس امر کے مکلف ہیں کہ وہ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں۔ چنانچہ جنات کی تبلیغ کے لیے آپ کا تشریف لانا احادیث میں موجود ہے کہ آپ نے چھ بار جنات کو دعوتِ اسلام دی ہے اور ان میں سے بہت سے جنات نے آپ پر ایمان لانے کی سعادت حاصل کر لی ہے۔ جیسا کہ قرآنِ عزیز میں ہے کہ

آپ کو وحی کے ذریعے جنات کے آپ پر ایمان لانے کی خبر دی گئی۔ ارشادِ قرآنی ہے:۔

قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنَّہٗ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْٓا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ۝ یَّھْدِیْٓ اِلَی الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِہٖ ۭ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا ۝ (سورۃ الجن آیت ۱،۲)

آپ فرما دیجئے کہ مجھے حکم آیا ہے کہ سن گئے تھے کچھ لوگ جنوں کے، پھر کہنے لگے ہم نے سنا ہے ایک قرآن عجیب ۝ جو سمجھاتا ہے نیک راہ سو ہم اس پر یقین لائے اور ہرگز شریک نہ بتلائیں گے ہم اپنے رب کا کسی کو۔

یہ جنات ایمان لائے اور پھر اپنی قوم میں جا کر اسلام کی اور سیدِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے اور آپ کی اتباع کی تبلیغ بھی کی، ارشادِ قرآنی ہے:۔

وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَیْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ یَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۚ فَلَمَّا حَضَرُوْہُ قَالُوْٓا اَنْصِتُوْا ۚ فَلَمَّا قُضِیَ وَلَّوْا اِلٰی قَوْمِھِمْ مُّنْذِرِیْنَ ۝ قَالُوْا یٰقَوْمَنَآ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰی مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْہِ یَھْدِیْٓ اِلَی الْحَقِّ وَاِلٰی طَرِیْقٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۝ یٰقَوْمَنَآ اَجِیْبُوْا دَاعِیَ اللّٰہِ وَاٰمِنُوْا بِہٖ یَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَیُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ ۝ وَمَنْ

اور جب متوجہ کر دیئے ہم نے کچھ لوگ جنوں میں سے آپ کی طرف سننے لگے قرآن پھر جب وہاں پہنچ گئے بولے چپ رہو پھر جب ختم ہوا الٹے پھرے اپنی قوم کو ڈر سناتے ہوئے۔ بولے اے ہماری قوم، ہم نے سنی ایک کتاب جو اتری ہے موسیٰ کے بعد سچا کرنے والی سب اگلی کتابوں کو، راہنمائی کرتی ہے سچے دین کی طرف اور سیدھی راہ کی طرف۔ اے ہماری قوم! مان لو اللہ کی طرف بلانے والے کو اور اس پر ایمان لے آؤ کہ بخشے تم کو کچھ تمہارے گناہ اور بچا دے تم کو ایک دردناک عذاب سے ـــــ اور جو کوئی

لَا یُجِبْ دَاعِیَ اللّٰہِ فَلَیْسَ بِمُعْجِزٍ فِی الْاَرْضِ وَلَیْسَ لَہٗ مِنْ دُوْنِہٖ اَوْلِیَآءُ اُولٰٓئِکَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ○

نہ مانے گا اللہ کی طرف بلانے والے کو تو وہ نہ تھکا سکے گا بھاگ کر زمین میں اور کوئی نہیں اس کا اللہ تعالٰی کے سوا مددگار ایسے لوگ کھلے طور پر بھٹکے ہوتے ہیں۔

(پ۲۶ سورۃ الاحقاف آیت ۲۹ تا ۳۲)

ف :۔ اسلامی تاریخ میں علماء حق اور اولیاء کرام میں سے بھی کئی حضرات ایسے گذرے ہیں جن کے دائرہ ارادت اور تعلیم میں جنّات بھی شریک رہے ہیں سمرقند کے مشہور فقیہ اور مؤرخ و مفسر عمر بن محمد نسفی م ۵۳۸ھ کو مفتی الثقلین کہا جاتا ہے کہ آپ کی خدمت میں جنّات بھی اپنے مسائل کی راہنمائی کے لیے حاضر ہوا کرتے تھے۔ (تذکرۃ المفسرین ص ۹۶)

آپ کی تشریف آوری سے پہلے آپ کا احترام اور وقار

سیدِ دوعالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی تشریف آوری سے پہلے بھی آپ کا ذکر پایا جاتا ہے۔ یثرب (مدینہ منورہ) کے اہل کتاب خصوصاً یہودی آپ کے ذکرِ عالی اور اسم مبارک کے توسّل سے کافروں کے مقابلہ میں فتح و نصرت کی دُعا مانگا کرتے تھے۔ قرآن عزیز میں ہے :۔

وَکَانُوْا مِنْ قَبْلُ یَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَی الَّذِیْنَ کَفَرُوْا۔ (پ۱ سورۃ البقرہ ۸۹)

اور آپ کے آنے سے پہلے فتح مانگتے تھے کافروں پر۔

اور آپ کی تشریف آوری سے پہلے حق کے متلاشی، لوگوں کو یہی مشورہ دیا کرتے تھے کہ اُن کے لیے اب نجات صرف اسی ذاتِ بابرکات صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں ہے۔

ایران کے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو آپ پر ایمان لانے اور آپ کے دامنِ پُرانوار سے وابستہ ہونے کا مشورہ ایک عیسائی پادری نے دیا تھا اور آپ کی تمام علامات خصوصاً مُہرِ ختمِ نبوت کا ذکر بھی اسی ہی نے کیا تھا، اسی کی راہنمائی سے آپ نے کافی تکالیف برداشت کیں اور بالآخر اپنے مقصد میں اس قابلِ رشک طریقہ پر کامیاب ہوئے کہ سید دو عالم، رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے بارہ میں ارشاد فرمایا:۔

سَلْمَانُ مِنَّا اَهْلَ الْبَيْتِ۔	سلمان ہم میں سے ہے۔
(کتبِ سیرت)	(اہل بیت)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے سات سو سال پہلے ابوکرب بن اسعد حمیری نے جب اپنی مملکت کی وسعت کے خیال سے مدینہ طیبہ پر حملہ کا ارادہ کیا تو اپنے ساتھ فوج کے علاوہ چار سو علماء بھی لایا، انہوں نے اور بقول بعض علماءِ سیرت کے مدینہ منورہ کے یہودی علماء نے تبع کو یہ مشورہ دیا کہ چونکہ:۔

"یہ بستی نبی آخر الزمان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت گاہ ہے اس لیے اس پر حملہ کرنے سے باز آجائے، چنانچہ ان کے مشورہ پر عمل کیا اور ایک تحریر میں اپنے واپس جانے اور اسلام لانے پر مندرجہ ذیل اشعار بھی کہے اور لکھے:۔

؎ شَہِدتُ عَلٰی اَحمَدَ اَنَّہٗ
رَسُولٌ مِنَ اللّٰہِ بَارِیُٔ النَّسَمِ
فَلَو مُدَّ عُمرِی اِلٰی عُمرِہٖ
لَکُنتُ وَزِیرًا لَّہٗ وَابنَ عَمِّ

ترجمہ: میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ احمد صلی اللہ علیہ وسلم اس اللہ تعالٰے کے رسول ہیں جو کائنات کا خالق ہے۔
اگر میری زندگی میں وہ تشریف لے آئے تو میں اُن کا بوجھ اٹھانے والا اور چچا زاد بھائی بن جاؤں گا۔

اور وطن لوٹنے سے پہلے ایک مکان تیار کیا جس میں اپنے ساتھ آنے والے علماء کرام کے صدر کو آباد کرتے ہوئے یہ کہا کہ جوں ہی سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں یہ میرا خط اور یہ مکان آن کے حوالے کردیں۔ چنانچہ وہ مکان بطور وراثت کے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور اس میں سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نزولِ رحمت فرمایا۔" (وفاء الوفاء، جلد ۱ ص ۱۸۸)
ایک شعر میں اس نصیحت اور اسم گرامی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صراحت بھی کردی فرمایا۔

؎ اَلفَی اِلَیَّ نَصِیحَۃً کَے اَزدَجِر عَن قَریَۃٍ مَحجُورَۃٍ بِمُحَمَّدٖ

ترجمہ: "مجھے انہوں نے نصیحت کی کہ میں اس بستی پر حملہ سے باز آجاؤں جس کی حفاظت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت گاہ کے لیے کی گئی ہے۔" (رحمۃ للعالمین، جلد ۲ ص ۴۱۰)
جس طرح مدینہ منورہ کے لوگ آپ کے دیدار پُرانوار کیلئے مشتاق تھے اسی طرح مکہ مکرمہ اور اس کے قرب و جوار کے لوگ بھی مشتاق تھے، چند ایسے سعادتمند بھی تھے جنہوں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلانِ نبوت سے پہلے ہی مکہ مکرمہ میں سکونت اختیار کرلی تھی تاکہ جوں ہی آپ اعلان فرمائیں وہ اس سعادت کو حاصل کریں۔ رضی اللہ تعالٰی عنہم۔

سیّدِ دوعالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے

اُمّت پر حقوق

جس ذاتِ عالی صفات کی برکت سے ایک انسان دوزخ کی آگ سے بچا، جس کی محنت سے اسے ایمان نصیب ہوا، جس ذاتِ عالی نے انسانوں کو اللہ تعالےٰ کے قریب کرنے کے لیے وہ تکالیف اور مصائب اُٹھائے جن کے تصور سے بھی بدن کانپتا ہو، جس پر ایمان کی برکت سے اللہ تعالےٰ کا وہ کلام مِلا جس کی تلاوت کرنے والا گویا اللہ تعالیٰ سے کلام کر رہا ہے، اس ذاتِ عالی کے حقوق ایسے اور اتنے نہیں کہ وہ شمار کیے جا سکیں، مگر ان کا خلاصہ درج کیا جاتا ہے :۔

اس عنوان کو سمجھنے سے پہلے یہ سمجھ لیا جائے کہ کسی شخصیت کو تسلیم کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے تمام حقوق اور آداب کو تسلیم کیا جائے۔ اگر صرف اس کے نام یا شخصیت کو تو تسلیم کر لیا جائے مگر اس کے حقوق اور آداب کو تسلیم نہ کرے تو اسے تسلیم نہ کہا جائے گا، جیسا کہ :۔

"ایک آدمی اپنے باپ کو مانتا ہے کہ یہ اس کا باپ ہے مگر اس کے حقوق اور آداب قولاً یا عملاً تسلیم نہیں کرتا تو وہ فرمانبردار نہیں بلکہ نافرمان سمجھا جائے گا۔"

اسی طرح عقیدۂ توحید اور عقیدۂ رسالت، جو کہ اسلام کے بنیادی عقائد ہیں ان کو بھی تسلیم کرنا ضروری ہے۔ اگر ایک آدمی اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا اقرار تو کرتا ہے مگر اس کی صفات کو نہیں مانتا، تو وہ توحید کا منکر ہی نہیں بلکہ مشرک سمجھا جائے گا۔ یہی حکمت

ہے کہ قرآنِ عزیز نے اللہ تعالےٰ کی جملہ صفات پر ایمان لانے کا متعدد اور مختلف پیرایوں میں ارشاد فرمایا ہے، جیسا کہ :۔

فرمایا ــــــ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ٥

ترجمہ :۔ تمام صفات اللہ تعالیٰ کا حق ہے جو جہانوں کا پالنے والا ہے۔

فرمایا ــــــ وَلَہُ الْحَمْدُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

ترجمہ :۔ اسی کی حمد و ثنا آسمانوں اور زمین میں ہے۔

فرمایا ــــــ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

ترجمہ :۔ اور اللہ تعالیٰ ہی کی حمد و ثنا ہے جو کہ رب ہے آسمانوں کا اور زمین کا۔

اس کی حکمت یہی معلوم ہوتی ہے کہ شرک زیادہ طور پر صفات میں کیا گیا ہے، ذات میں شرک کرنے والے کم لوگ ہیں مگر صفاتِ خداوندی میں شرک کرنے والے ان سے زیادہ ہیں۔ اسی لیے قرآن و حدیث نے اللہ تعالےٰ پر ایمان لانے کی یہی تشریح کی ہے کہ اللہ تعالےٰ کی ذات اور اس کی صفات اور اس کے احکام میں کسی کو شریک نہ کرے، جس کو ایک جامع ارشاد میں یوں فرمایا :۔

وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ ٥ (الاخلاص)	اور اس کے جوڑ کا کوئی نہیں۔
وَلَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ۔ (الشوریٰ ۱۱)	نہیں اس کی طرح سا کوئی

اسی طرح سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ :۔
آپ کی ذات عالی صفات، آپ کی صفات، آپ کی خصوصیات پر بھی ایمان رکھے، یعنی :۔

اس عقیدہ پر ایمان رکھے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم) اور جو صفات آپ کو خداوند قدوس نے عطا فرمائی ہیں اُن صفات کو بھی تسلیم کرے۔ آپ کو

اللہ تعالیٰ نے ساری کائناتِ انسانی کے لیے اُسوۂ حسنہ قرار دیتے ہوئے فرمایا۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ۔ (الاحزاب ۲۱)	تمہارے لیے بھلی تھی سیکھنی رسول اللہ کی چال اس کیلئے جو کوئی امید رکھتا ہے اللہ کی اور پچھلے دن کی ۔

اگر ایک آدمی آپ کو اللہ تعالیٰ کا رسول تو مانتا ہے مگر آپ کے طرزِ حیات مبارکہ اُسوۂ حسنہ کو نہیں مانتا تو وہ مسلمان نہیں ہوسکتا۔

اسی طرح آپ کی خصوصیات پر ایمان لانا بھی ضروری ہے۔ آپ کے بعد کسی کو اللہ تعالیٰ نبوت اور رسالت عطا نہیں فرمائے گا بلکہ اب آسمان سے خبروں کا آنا منقطع ہو گیا ہے۔ جیسا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسدِ اطہر کو غسل دینے کی سعادت حاصل کرتے وقت اس عقیدہ کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا :۔

بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي لَقَدْ انْقَطَعَ بِمَوْتِكَ مَا لَمْ يَنْقَطِعْ بِمَوْتِ غَيْرِكَ مِنَ النُّبُوَّةِ وَالْأَنْبَاءِ وَأَخْبَارِ السَّمَاءِ ۔ (رحمت، جلد ۳ ص ۲۴۴)	میرا باپ اور میری ماں آپ پر قربان ہوں آپ کی رحلت سے وہ سلسلہ ختم ہو گیا جو آپ کی رحلت کے بغیر ختم نہیں ہوا یعنی نبوۃ ، اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبروں کا آنا اور آسمانی خبروں کا آنا ۔

تو اب اگر ایک آدمی آپ کو رسول بھی مانتا ہے، آپ کی صفات کو بھی مانتا ہے مگر آپ کی خصوصیات کا منکر ہے تو وہ مسلمان نہیں۔

اور یہ خصوصیات اس قدر جامع ہیں کہ ان کی تشریح کرنے سے انسان کی زبان اور عقل و فہم قاصر ہے۔ حافظ رح ہی کے الفاظ ہیں :۔

وَكَانَ مِنْ رَبِّهِ بِالْمَنْزِلَةِ الْعُلْيَا الَّتِي تَقَاصَرَتِ الْعُقُولُ وَالْأَلْسِنَةُ عَنْ مَعْرِفَتِهَا وَنَعْتِهَا ۔ (انصارم ص ۳)	امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے رب کے ہاں اتنا بلند مرتبہ ہے کہ جس تک انسانی عقل کی رسائی نہیں ہوسکتی ، اور جن کی تشریح سے انسانی زبانیں قاصر ہیں۔

اس لیے ہر مسلمان کے لیے لازم ہے کہ وہ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات عالیہ اور خصوصیات پر ایمان رکھے، اور اگر وہ صرف اسی قدر کہتا ہو کہ وہ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالٰے کا رسول مانتا ہے تو اس قدر کہہ دینے سے وہ مسلمان نہیں سمجھا جائے گا جب تک کہ وہ اُن تمام صفات پر ایمان نہ لائے گا جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائی ہیں۔ اسی طرح ایک آدمی مسلمان تب ہی ہو سکتا ہے کہ وہ یقین کرے کہ:-

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔
حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اللہ تعالیٰ کی محبت ہے۔
حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ہے۔
حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے۔
حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو جاتا ہے۔
حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا مخالف اللہ تعالیٰ کا مخالف ہے۔
حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذاء اللہ تعالیٰ کی ایذاء ہے۔

کیونکہ ان تمام عقائد کی تصدیق کا مظہر سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی ہے، اسی لیے قرآنِ عزیز میں بعض آیات میں اللہ تعالیٰ نے صرف حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیتے ہوئے فرمایا:-

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۔ (پ۵، سورۃ النساء آیت ۸۰)	جس نے حکم مانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا، اس نے حکم مانا اللہ تعالیٰ کا۔

یعنی سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرنے والا یہ خیال نہ کرے کہ نامعلوم یہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے یا نہیں، بلکہ اس حکم کو قد اور اطاع کے ساتھ مؤکد کرتے ہوئے فرمایا کہ اُس نے اللہ تعالٰے کی اطاعت کی۔ اور

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ہی کو کامل ہدایت فرمایا۔

قرآنِ عزیز میں ۳۳ آیات میں سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا حکم ارشاد فرمایا اور آپ کی اطاعت کو ہدایت اور قربِ الٰہی کا ذریعہ فرمایا:۔

وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا ۔ (پ۱۸، سورۃ النور آیت ۵۴)	اور اگر تم حضور (انور صلی اللہ علیہ وسلم) کا حکم مانو گے تو ہدایت پالو گے۔

اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اگر تم چاہتے ہو کہ تم پر اللہ تعالیٰ کا رحم نازل ہو تو تمہیں لازم ہے کہ تم سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم مانو، فرمایا:۔

وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝ (پ۱۸، سورۃ النور آیت ۵۶)	اور حکم مانو اللہ تعالیٰ کے رسول کا تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

اور اگر تم چاہتے ہو کہ تم اللہ تعالیٰ کے محبوب بن جاؤ تو تمہیں لازم ہے کہ حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اِتباع اور پیروی کرو، ارشاد فرمایا:۔

فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (آل عمران ۳۱)	پس تم میری پیروی کرو اللہ تعالیٰ تم سے محبت فرمائے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

ان سب آیات میں مطاع اور مقتدا سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا کہ آپ کی اطاعت، آپ کی اتباع، اللہ تعالیٰ ہی کی اتباع ہے، اور آپ کے حکم کی مخالفت کرنے والوں کو تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا:۔

فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ (پ۱۸، سورۃ النور آیت ۶۳)	پس ان لوگوں کو ڈرنا چاہیئے جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں کہیں وہ فتنہ میں مبتلا نہ ہو جائیں یا ان پر دردناک عذاب نہ آجائے۔

بلکہ بعض آیات قرآنیہ میں اللہ تعالیٰ اور سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بجائے دو ضمیروں کے ایک ضمیر کو ذکر فرمایا:۔

وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ اِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ ۝ (سورۃ التوبہ آیت ۶۲)	اور اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کا زیادہ مستحق ہے کہ اس کو راضی کیا جائے اگر یہ ایماندار ہیں۔

یعنی بجائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ یوں ارشاد فرماتے، واللہ ورسولہ احق یرضوھما، یہ ارشاد فرمایا: احق ان یرضوہ۔ یہ واحد کی ضمیر ہے مگر مرجع اس کا دونوں ہیں، اللہ تعالیٰ اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

حافظ ابن تیمیہ علیہ الرحمۃ نے ارشاد فرمایا:۔

فَوَحَّدَ الضَّمِيْرَ۔ (الصارم ص ۴۱)	قرآن عزیز نے دونوں کے لیے ایک ضمیر ارشاد فرمائی۔

اسی طرح ایمان کی علامت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ پر راضی ہو، ارشاد فرمایا:۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ۔	اور اگر وہ راضی ہوجاتے اس پر جو ان کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا فرمایا ہے اور کہہ دیتے کہ ہمیں تو اللہ ہی کافی ہے۔
سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗٓ اِنَّآ اِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوْنَ ۝ (سورۃ التوبہ آیت ۵۹)	ہمیں اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنے فضل سے دے گا ہم تو اللہ تعالیٰ کی طرف رغبت کرنے والے ہیں۔

حضور سیدِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اپنی محبت کو یکجا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:۔

قُلۡ اِنۡ کَانَ اٰبَآؤُکُمۡ وَ اَبۡنَآؤُکُمۡ وَ اِخۡوَانُکُمۡ وَ اَزۡوَاجُکُمۡ وَ عَشِیۡرَتُکُمۡ وَ اَمۡوَالُۨ اقۡتَرَفۡتُمُوۡهَا وَ تِجَارَۃٌ تَخۡشَوۡنَ کَسَادَهَا وَ مَسٰکِنُ تَرۡضَوۡنَهَاۤ اَحَبَّ اِلَیۡکُمۡ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوۡلِهٖ وَ جِهَادٍ فِیۡ سَبِیۡلِهٖ فَتَرَبَّصُوۡا حَتّٰی یَاۡتِیَ اللّٰهُ بِاَمۡرِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ لَا یَهۡدِی الۡقَوۡمَ الۡفٰسِقِیۡنَ ۠

(سورۃ التوبہ آیت ۲۴)

آپ فرما دیجئے اگر تمہارے باپ اور بیٹے اور بھائی اور عورتیں اور برادری اور مال جو کماتے ہیں اور سوداگری جس کے بند ہونے سے ڈرتے ہو اور حویلیاں جو پسند رکھتے ہو تم کو عزیز ہیں اللہ سے اور اس کے رسول سے اور لڑنے سے اس کی راہ میں تو انتظار کرو جب تک بھیجے اللہ تعالٰی حکم اپنا اور اللہ راہ نہیں دیتا نافرمان لوگوں کو۔

سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت عین ایمان ہے، جس پر ارشاداتِ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کافی تعداد میں موجود ہیں، چند روایات ذکر کی جاتی ہیں:۔

سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے کہ ایک آدمی نے آتے ہی یہ پوچھا قیامت کب آئے گی؟ تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو نے اس کے لیے کوئی تیاری بھی کی ہے؟ اس نے کہا مجھے اللہ تعالٰی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت ہے، تو آپ نے فرمایا:۔

(۱) اَلۡمَرۡءُ مَعَ مَنۡ اَحَبَّ

آدمی اسی کے ساتھ ہو گا جس کے ساتھ محبت ہو گی۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی محبت کو امت پر فرض کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:۔

(۲) وَالَّذِیۡ نَفۡسِیۡ بِیَدِهٖ لَا یُؤۡمِنُ

قسم ہے اس کی جس کے قبضے میں میری جان ہے

اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ۔	تم میں سے کوئی بھی اس وقت تک ایماندار نہیں ہو سکتا جب تک میں اس کے ہاں اس کے ماں باپ اور اس کی اولاد سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔
(۳) لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ۝	تم میں سے کوئی بھی ایماندار نہیں ہو سکتا جب تک میں اس کے ہاں اس کے باپ اس کی اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔
(۴) ثَلٰثٌ مَنْ كُنَّ وَجَدَ حَلَاوَةَ الْاِيْمَانِ اَنْ يَّكُوْنَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا وَاَنْ يُّحِبَّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهٗ اِلَّا لِلّٰهِ وَاَنْ يَّكْرَهَ اَنْ يَّعُوْدَ فِي الْكُفْرِ كَمَا يَكْرَهُ اَنْ يُّقْذَفَ فِي النَّارِ۔	تین صفات جس میں پائی جائیں گی وہ ایمان کی شیرینی کو پائے گا، پہلے: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس کے ہاں سب سے زیادہ محبوب ہو دوسرے: یہ کہ اگر کسی سے محبت رکھے تو اللہ تعالیٰ ہی کے لیے، اور تیسرا یہ کہ کفر میں جانے کو اسی طرح برا سمجھے جس طرح آگ میں گرائے جانے کو برا سمجھتا ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب حب الرسول صلی اللہ علیہ وسلم من الایمان اور باب حلاوۃ الایمان کا عنوان بیان فرمایا ہے کہ ایمان کی لذت اور مٹھاس تب محسوس ہوگی جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ محبوب ہوں۔

ان ارشادات میں مخاطب مسلمان ہیں کہ اگر کوئی اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ اس کی محبت سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہر چیز سے زیادہ ہو حتیٰ کہ اپنی جان سے بھی زیادہ محبوب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہوں، جیسا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:۔

"مجھے اس ذات کی قسم ہے جس نے آپ پر قرآنِ عزیز نازل فرمایا آپ مجھے میری جان سے بھی زیادہ محبوب ہیں، تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اب بات ٹھیک ہو گئی۔" (شفا ج ۲ - ص ۱۵)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں سب رشتے چھوڑ دیئے۔ دیس وطن چھوڑا، مال اور اولاد کو چھوڑا، حتیٰ کہ اپنی جانِ عزیز کا نذرانہ بھی پیش کر دیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عشق و محبت ایک ایسا بے نظیر جذبہ ہے جس کی مثال تاریخ پیش کرنے سے قاصر ہے۔ یہ جذبہ آج بھی بحمدہ تعالٰے ہر سچے مسلمان کے دل میں موجود ہے۔ ایک غیر صحابی کا واقعہ بطور شہادت کے درج کیا جاتا ہے:-

"جھوٹے نبی اسود عنسی نے ایک مسلمان ابو مسلم خولانی سے یہ کہا کیا تو گواہی دیتا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ تو ابو مسلم نے کہا میں نے تیری بات نہیں سنی، پھر اسود عنسی نے کہا کیا تو گواہی دیتا ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالٰے کے رسول ہیں، تو ابو مسلم نے کہا بے شک میں سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالٰے کا رسول مانتا ہوں۔ تو اس بدبخت نے ابو مسلم کو آگ میں ڈلوا دیا مگر لوگوں نے دیکھا کہ ابو مسلم سلامت ہے اور نماز پڑھ رہا ہے ـــــ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سفرِ آخرت کے بعد ابو مسلم جب مدینہ منورہ آیا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس کو اپنے اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے درمیان بٹھا کر یہ کہا:-

(ترجمہ) اُس اللہ تعالٰے کا بے انتہا شکر ہے جس نے مجھے اپنی زندگی میں ایک ایسا عاشقِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) دکھایا جس پر اللہ تعالٰے

نے ویسا ہی فضل فرمایا جیسا کہ اپنے خلیل ابراہیم علیہ السلام پر فرمایا تھا۔"

(رحمتِ کائنات، ص ۵۵)

اس محبت کا اظہار صحابۂ کرام کس طرح کرتے تھے؟ اس کے لیے مستقل کتاب چاہیئے۔ یہاں صرف اتنا عرض ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی لیتے وقت کبھی تو یہ کہہ کر دلی محبت کا اظہار کرتے ہیں:۔

جیسا کہ: اوصانی خلیلی، میرے دلی محبوب نے مجھے نصیحت فرمائی۔

کوئی یوں کہتا: حِبّی :۔ میرے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: حَبِیْبِیْ صلی اللہ علیہ وسلم۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اہلیہ محترمہ نے فرمایا: وَقُرَّۃُ عَیْنِیْ مجھے اس ذات کی قسم ہے جو میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔

فِدَاکَ اَبِیْ وَاُمِّیْ —— آپ پر میرے ماں باپ دونوں قربان ہوں۔

بِاَبِیْ وَاُمِّیْ اَنْتَ —— آپ پر میرے ماں باپ دونوں نثار ہوں۔

فِدَاکَ نَفْسِیْ —— آپ پر میری جان قربان ہو۔

فِدَاکَ رُوْحِیْ —— آپ پر میری رُوح قربان ہو۔

حضرت حسّان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کفار کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:۔

فَاِنَّ اَبِیْ وَوَالِدہٗ وَعِرْضِیْ ؎
لِعِرْضِ مُحَمَّدٍ مِنْکُمْ وِقَاءٌ

ترجمہ: "میرا باپ میرا دادا اور میری عزت تمہارے حملوں سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو بچانے والی ہے۔"

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایک رات پہرہ دے رہے تھے کہ آپ نے ایک گھر میں جلتا چراغ دیکھا، جب قریب ہوئے تو ایک بڑھیا کو دیکھا جو اُون کات رہی

تھی اور ساتھ ہی یہ پڑھ رہی تھی ؎

عَلٰی مُحَمَّدٍ صَلَاۃُ الْاَبْرَارِ صَلّٰی عَلَیْہِ الطَّیِّبُوْنَ الْاَخْیَارِ
قَدْ کُنْتَ قَوَّامًا بُکًا بِالْاَسْحَارِ یَالَیْتَ شِعْرِیْ وَالْمَنَایَا اَطْوَارِ
هَلْ یَجْمَعُنِیْ وَحَبِیْبِی الدَّارِ

تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی وہاں بیٹھ گئے اور ذکرِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سُنکر رونے لگے۔ (الشفاء، ج ۲ ص ۱۸)

ترجمہ اشعار: "محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نیک بختوں کی طرف سے درود و سلام ہو، آپ رات کو کھڑے ہونے والے، سحری کو رونے والے تھے، کاش میرا اور میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ہی گھر ہو۔"

حضرت بلال رضی اللہ عنہ پر جب موت کے آثار ظاہر ہونے لگے تو آپ کی بیوی نے رونا شروع کیا، مگر آپ نے مسرت اور خوشی کے لہجے میں کہا:۔

غَدًا اَلْقَی الْاَحِبَّہْ مُحَمَّدًا وَّ حِزْبَہْ	کل میں اپنے محبوب محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اور آپ کے صحابۂ کرام سے ملوں گا۔

صحابہ کرام کے ادب، عزت اور عشق و محبّت کا چشم دید حال

قریشِ مکہ نے حضرت عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو (اسلام لانے سے پہلے) مدینہ منوّرہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات کی تحقیق کے لیے بھیجا، انہوں نے جا کر جو حالات بیان کیے اُن کا خلاصہ درج ذیل ہے:۔

"حضرت عروہ رضی اللہ عنہ نے واپس جا کر قریشِ مکہ سے کہا کہ مجھے قیصر، کسریٰ اور نجاشی اور دُوسرے بادشاہوں کے درباروں

میں جانے کا موقع ملا ہے مگر جو عزت، احترام میں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا دیکھا ہے ویسا کہیں نظر نہیں آیا۔ جب وضو کرتے ہیں تو ان کے صحابہ کرام اُن کے اعضاء سے گرنے والا پانی لینے کے لیے ایک دوسرے سے آگے بڑھتے ہیں، اُن کے تھوک اور بلغم کو اپنے ہاتھوں میں لے کر اپنے چہروں اور سارے بدن پر ملتے ہیں، اُن کے بدن سے جب کوئی بال گرتا ہے تو اس کو فوراً اٹھا لیتے ہیں، اُن کے ہر حکم پر ہر ایک آگے بڑھ کر عمل کرنے کی کوشش کرتا ہے، وہ جب بولتے ہیں تو ان (صحابہ) کے آواز پست ہو جاتے ہیں، ادب اور تعظیم کی وجہ سے اُن کے چہرۂ اقدس کو بھری نظر سے نہیں دیکھتے۔" (الشفاء جلد ۲ ص ۳۱)

(۱) صحابہ کرام نظر بھر کر آپ کی زیارت نہ کیا کرتے تھے بلکہ با ادب نظریں نیچی رکھا کرتے تھے۔

(۲) آپ سے کوئی بات نہ پوچھا کرتے تھے، بلکہ کوئی بیرونی سائل آ کر پوچھتا اور آپ جواب دیتے تو صحابہ بھی سُن لیا کرتے تھے۔

(۳) صرف چہرۂ انور کی زیارت ہی کے لیے حاضرِ خدمت ہوا کرتے تھے۔

(۴) اگر کوئی خاص ضرورت ہوتی تو آپ کا دروازہ ناخنوں سے کھٹکھٹایا کرتے تھے۔

(۵) سفر پر جانے کے لیے بھی آپ سے اجازت مانگا کرتے تھے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عمرہ پر جانے کے لیے اجازت مانگی تو اجازت مرحمت فرمائی اور یہ ساتھ بھی اعزاز بخشا کہ: بھائی ہمیں بھی دعاؤں میں یاد رکھنا۔

(۶) سیدِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر ادا کو اپنانا سعادت سمجھتے تھے۔ جیسا کہ ایک دفعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سواری پر سوار ہوتے ہوئے رکاب میں پاؤں رکھتے ہوئے فرمایا بِسْمِ اللّٰہِ جب سواری پر اچھی طرح بیٹھ گئے تو فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ

پھر یہ پڑھا سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَلَنَا ھٰذَا وَمَا کُنَّا لَہٗ مُقْرِنِیْنَ وَاِنَّا اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ، پھر آپ نے تین بار اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اور اللہ اکبر تین بار پڑھ کر یہ پڑھا سُبْحٰنَکَ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْلِیْ فَاِنَّہٗ لَایَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ۔ پھر آپ ہنس پڑے۔ تو آپ سے پوچھا گیا اے امیر المومنین! آپ کیوں ہنسے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ میں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے ویسے ہی کیا جو میں نے کیا ہے۔ تو میں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہنسنے کی وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا کہ تیرا رب اپنے اس بندے سے خوش ہوتا ہے جو یہ کہتا ہے اے میرے رب میرے لیے میرے گناہ بخش دے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ بندہ جانتا ہے کہ میرے بغیر کوئی بھی گناہوں کو نہیں بخشتا۔ (مشکوٰۃ، کتاب الدعوات فی الاوقات)

(۷) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سید دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلق ہمایوں کا بھی پورا پورا نقشہ کھینچ کر ایک تو امت کو آپ کی ہر ادا پہنچانے کی سعادت حاصل کی اور دوسرا خود بھی اس سعادت کو حاصل کیا، جیسا کہ:۔

بعض صحابۂ کرام نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے تلفظ کی کیفیت کو بیان کرتے ہوئے یوں فرمایا:۔

اُحَرِّکُھُمَا کَمَا کَانَ یُحَرِّکُ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم۔	میں اپنے ہونٹوں کو اسی طرح ہلاتا ہوں جس طرح سید دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم ہلایا کرتے تھے۔

(۸) آپ کے سامنے کوئی ایسی بات نہ کہتے نہ ایسا کام کرتے تھے جس کا قلب انور پر بوجھ پڑے۔ جیسا کہ غزوۂ خیبر کے موقع پر ایک یہودیہ نے سید دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی جس کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے منظور فرمالیا، اس بدبخت نے گوشت میں زہر ملادیا تھا۔ جوں ہی سید دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے لقمہ اٹھایا گوشت سے آواز آئی کہ اس میں زہر ہے آپ تناول نہ فرمائیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو وہ لقمہ

چباتے ہی باہر پھینک دیا۔ مگر آپ کے ساتھ ایک صحابی بشیر رضی اللہ عنہ بھی شریکِ طعام تھے، وہ حسنِ ادب کی وجہ سے وہ لقمہ نگل گئے جس سے اُن کی موت واقع ہو گئی، مگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب کی وجہ سے لقمہ باہر نہ پھینکا۔ (رحمت)

(ف) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو قصاص میں قتل فرما دیا۔

سیدِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی توقیرِ حکمی

کسی ذاتِ عالی کے ساتھ محبت، عقیدت اور ادب کے دعویٰ کی صداقت اس وقت معلوم ہو سکتی ہے جب اس کے حکم کو اسی طرح مانا جائے جس طرح وہ محبوب اور مطاع فرمائے۔ اگر زبان سے محبت، عقیدت اور ادب کا دعویٰ تو ہو مگر اس کے حکم کے مقابلہ میں کسی دوسرے کا حکم تسلیم کر لیا جائے یا اس کے حکم میں اپنی مرضی کے ساتھ کمی بیشی کر دی جائے، تو اس سے محبوب کے حکم کی توقیر نہ ہو گی۔ قرآن حکیم نے اس توقیر کو بھی واضح اور تفصیل کے ساتھ ارشاد فرمایا ہے۔

پہلے تو مسلمانوں کو یہ سمجھایا کہ تمہارا اپنی جان پر اتنا حق نہیں جتنا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تم پر حق ہے، ارشاد فرمایا:۔

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ۔ (الاحزاب آیت ۶)	نبی سے لگاؤ ہے ایمان والوں کو اپنی جان سے۔

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اختیار اور حق امت پر ان کے اپنے حق سے زیادہ ہوا تو اب امت کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی فیصلہ کے مقابلہ میں اپنی رائے اور اپنے اختیار پر عمل کریں، ارشاد فرمایا:۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ۝ (پ۲۲ سورۃ الاحزاب، آیت ۳۶)	اور کام نہیں کسی ایماندار مرد کا نہ عورت کا جب ٹھہرا دے اللہ اور اس کا رسول کچھ کام۔ کہ ان کو رہے اختیار اپنے کام میں اور جو کوئی بے حکم چلا اللہ تعالےٰ کے اور اس کے رسول کے سو راہ بھولا صریح چوک کر۔

اسی حق اور اختیار کو زیادہ تاکید کے ساتھ یوں ارشاد فرمایا:۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝ (پ۵، سورۃ النساء آیت ۶۵)	سو قسم ہے تیرے رب کی ان کو ایمان نہ ہو گا جب تک تجھ ہی کو منصف جانیں۔ جو جھگڑا اُٹھے آپس میں پھر نہ پاویں اپنے جی میں خفگی آپ کے فیصلے سے اور قبول کریں دل سے مان کر۔

کیونکہ امت کا یہ عمل بزبانِ حال یہ کہہ رہا ہے کہ امت کو اپنے رسول اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یا تو انصاف کی امید نہیں یا کم اُمید ہے۔ اور اُمت اگر یہ خیال رکھے اور اس حکم اور فرمان سے سرتابی کرے جو اس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے جو سب سے بڑا رحم والا، کرم والا، حلم والا، علم والا، حکمت والا ہے اور جس حکم کو بیان کرنے والی ذات عالی صفات رؤف اور رحیم ہے، تو یہ اُمت اپنے آپ پر ظلم کر رہی ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا:۔

وَيَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالرَّسُوْلِ وَاَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مِّنْ بَعْدِ ذٰلِكَ وَمَآ اُولٰٓئِكَ	اور لوگ کہتے ہیں ہم نے مانا اللہ کو اور رسول کو اور حکم میں آگئے پھر پھر جاتا ہے ایک فرقہ ان میں سے

بِالْمُؤْمِنِيْنَ ٥ وَاِذَا دُعُوْٓا اِلَى
اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ
اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ٥
وَاِنْ يَّكُنْ لَّهُمُ الْحَقُّ يَاْتُوْٓا اِلَيْهِ
مُذْعِنِيْنَ ٥ اَفِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ
اَمِ ارْتَابُوْٓا اَمْ يَخَافُوْنَ اَنْ
يَّحِيْفَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَرَسُوْلُهٗ
بَلْ اُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ٥
اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ
اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ
لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا
سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ
الْمُفْلِحُوْنَ ٥ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ
وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ
فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ٥
(پ۱۸ سورۃ النور، آیت ۴۷ تا ۵۲)

اس کے پیچھے اور وہ لوگ نہیں ماننے
والے۔ اور جب ان کو بلائیے اللہ اور
رسول کی طرف کہ ان میں فیصلہ کرے
تب ہی ایک فرقہ کے لوگ ان میں منہ
موڑ لیتے ہیں اور اگر ان کو کچھ حق ملتا ہو
تو چلے آئیں اس کی طرف قبول کر کر۔ کیا
ان کے دلوں میں روگ ہے یا دھوکے
میں پڑے ہوئے ہیں یا ڈرتے ہیں کہ
بے انصافی کرے گا ان پر اللہ اور
اس کا رسول۔ کچھ نہیں وہی لوگ بے انصاف
ہیں۔ ایمان والوں کی بات یہی تھی کہ
جب ان کو بلائے اللہ اور رسول کی
طرف فیصلہ کرنے کو ان میں تو
کہیں ہم نے سن لیا اور حکم
مان لیا اور انہی ہی لوگوں کا
بھلا ہے۔

آیاتِ مذکورہ کے مضمون کا خُلاصہ

کسی ذات کا قلبی ادب اور دلی محبت و عقیدت کا معیار اس کی ہر چیز سے محبت اور پیار اور عقیدت ہے۔ اگر ایمان لانے کے بعد اس ذات کی طرف ہر منسوب چیز کے ساتھ محبت اور عقیدت پیدا ہوگئی تو سمجھ لیا جائے کہ محبت سچی اور عقیدت صادقہ ہے۔ اسی طرح اپنی زندگی کے ہر نشیب و فراز میں اسی ذاتِ عالی کو حاکم مان لیا جائے تو یہ ایمانِ صادق کی روشن دلیل ہوگی۔ ان آیات میں جو فرمایا گیا ہے اس کا خُلاصہ یہ ہے کہ:-

(۱) مسلمان مرد اور عورت یہ یقین کرلے کہ اُس کی جان پر اُس کا اتنا تصرف نہیں جتنا کہ حضور سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے، جب جان پر تصرف مان لے گا تو مال پر اور دوسری اشیاء پر بھی سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی فوقیت کو مان لے گا کیونکہ مال اور دوسری اشیاء جان کے مقابلہ میں کچھ حقیقت نہیں رکھتیں۔

(۲) جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اس کے لیے کوئی فیصلہ کردیں تو اب اُس کو اس پر غور و فکر کرنے کا کوئی حق نہیں رہتا ورنہ اس کی گمراہی پر کوئی دلیل لانے کی ضرورت نہ ہوگی۔

(۳) اگر کسی مسلمان نے کوئی ایسا فیصلہ قرآن و سُنّت کا بظاہر تو تسلیم کرلیا تاکہ لوگوں میں وہ دربارِ نبوت کا نافرمان مشہور نہ ہو جائے، مگر دل سے اُسے تسلیم نہ کیا تو یہ بھی اس کے ایمان کے خلاف ہے کیونکہ اللہ تعالےٰ تو دل کی بات کو بھی جانتا ہے۔ جیسا کہ پ ۹، سورۃ الانفال آیت ۲۴ میں فرمایا:-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ	اے ایمان والو حکم مانو اللہ کا اور رسول کا جب

وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ ۖ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهِ وَأَنَّهُ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ۝

وقت بلائے تم کو اس کام کی طرف جس میں تمہاری زندگی ہے۔ اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ روک لیتا ہے اس کے دل کو اور یہ کہ اسی کے پاس تم جمع ہوگے۔

اس آیت میں خداوند قدوس نے یہ فرمایا کہ:۔

جب تم کو اللہ تعالےٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم بلائے یعنی جب کوئی بات سید دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمائیں، کیونکہ اللہ تعالےٰ نے تو براہ راست کسی سے بات نہیں فرماتا، جو فرمایا وہ سید دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت فرمایا۔ اللہ تعالےٰ کا ارشاد تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے سنایا، قرآن عزیز میں ہے:۔

فَإِنَّمَا يَسَّرْنَاهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِينَ وَتُنذِرَ بِهِ قَوْمًا لُّدًّا ۝ (سورۃ مریم آیت ۹۷)

سو ہم نے آسان کر دیا یہ قرآن آپ کی زبان میں اس واسطے کہ خوشخبری سنادیں ڈرنے والوں کو اور ڈرادیں جھگڑالو لوگوں کو۔

اور اللہ تعالےٰ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سننے اور ماننے میں جو فائدہ تمہیں ملے گا وہ معمولی فائدہ نہیں بلکہ وہ تمہاری زندگی، حیات ہے۔ بالفاظِ دگر اگر تم نے اللہ تعالےٰ کی اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بات نہ مانی تو تمہاری زندگی ختم ہو جائے گی۔ یہی حکمت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کافروں اور منکروں کو اَلْمَوْتیٰ کے ساتھ ذکر فرمایا ہے، اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد پر اپنی جان تک بھی قربان کر دینے والوں کو مُردہ کہنے اور مُردہ سمجھنے سے بھی منع فرمایا ہے۔ (پارہ ۲ سورۃ البقرہ آیت ۱۵۴، پارہ ۴ سورۃ آل عمران آیت ۱۶۹)

اور اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کو دل سے سنو، سمجھو، قبول کرو۔ اور یہ بھی سمجھ لو کہ تم ایک وقت اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہو جاؤ گے،

یعنی تمہاری اس قلبی تصدیق یا تکذیب کا فیصلہ موت کے وقت ظاہر ہو جائے گا۔ قرآنِ عزیز میں فرمایا کہ جو لوگ ہدایت کے واضح ہو جانے کے بعد یوں پھر گئے کہ ان لوگوں سے میل جول رکھا جو دل سے آسمانی ہدایت کو پسند نہ کرتے تھے، تو انکی موت کا منظر یہ ہوگا۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ كَرِهُوْا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ سَنُطِيْعُكُمْ فِيْ بَعْضِ الْاَمْرِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِسْرَارَهُمْ ۝ فَكَيْفَ اِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اتَّبَعُوْا مَآ اَسْخَطَ اللّٰهَ وَكَرِهُوْا رِضْوَانَهٗ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ ۝ (پ ۲۶ سورہ محمد آیت ۲۶ تا ۲۸)

یہ اس واسطے کہ انہوں نے کہا ان لوگوں سے جو بیزار ہیں اللہ کی اتاری کتاب سے ہم تمہاری بات بھی مانیں گے بعض کاموں میں اور اللہ جانتا ہے ان کا مشورہ کرنا۔ پھر کیسا حال ہوگا جبکہ فرشتے جان نکالیں گے ان کی مارتے جاتے ہونگے ان کے منہ پر اور پیٹھ پر۔ یہ اسلئے کہ وہ چلے اس راہ پر جس سے اللہ بیزار ہے اور ناپسند کی اس کی خوشی، پھر اس نے اکارت کر دیئے ان کے کیے کام (عبادات)

(۴) اگر دنیاوی نفع میں تو سر تسلیم خم کر دے مگر جہاں کوئی نقصان محسوس ہوتا ہو، وہاں پہلو بچالے تو بھی ایمان کے خلاف ہے، اس لیے:۔

"حقیقی اور سچا مسلمان وہ ہے جو صدقِ دل سے سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر فیصلہ کو تسلیم کرے۔"

اسی کی تشریح کرتے ہوئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

كُلُّ اُمَّتِيْ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ اَبٰى، قِيْلَ مَنْ اَبٰى، قَالَ مَنْ اَطَاعَنِيْ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ عَصَانِيْ فَقَدْ اَبٰى۔ (رواہ البخاری، مشکوٰۃ)

میری ساری امت جنت میں داخل ہوگی مگر وہ جس نے انکار کیا (داخل نہ ہوگا) حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ انکار کرنے والا کون ہے؟ فرمایا جس نے میرا حکم مانا وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس نے حکم نہ مانا پس گویا اس نے انکار کیا۔

تنبیہ :۔ جو مسلمان مرد یا عورت قرآن و حدیث کے واضح حکم کے خلاف آواز بلند کرتے ہیں اور احتجاج کرتے ہیں، جیسا کہ قرآن عزیز نے عورت کی شہادت کو مرد کی شہادت کے نصف قرار دیتے ہوئے فرمایا :۔

فَاِنْ لَّمْ یَکُوْنَا رَجُلَیْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّھَدَآءِ۔ (پ ۳، سورۃ البقرہ، آیت ۲۸۲)	اگر دو مرد گواہ میسر نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں گواہ کر لو جن کو تم دینی طور پر پسند کرتے ہو۔

اسی پر سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات موجود ہیں اور اسی پر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے، صحابہ کرام نے اور آج تک کے مسلمانوں نے عمل کیا۔ تو اب اگر کوئی اس کے خلاف آواز بلند کرتا ہے تو اس کا یہ عمل بتلا رہا ہے کہ وہ دل سے حضور سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا نبی تسلیم نہیں کرتا۔ جب زبان اور دل اور ناراضگی کا احتجاجی عمل بھی جلسہ اور جلوس کی شکل اختیار کر لے، تو اب ایسے لوگوں کے کفر میں کیا شک ہو سکتا ہے، ان کی ساری عبادات اور اعمال برباد ہو جاتے ہیں، ارشاد فرمایا :۔

ذٰلِکَ بِاَنَّھُمْ کَرِھُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَھُمْ۔ (پ ۲۶، سورۃ محمد، آیت ۹)	یہ اسلئے ہے کہ انہوں نے ناپسند کیا اس ہدایت کو جو اللہ تعالےٰ نے اتاری ہے پس اسکی سزا میں اللہ تعالےٰ نے انکے سارے اعمال ضائع کر دیئے (قبول نہیں کیے)

بطور شہادت کے ایک واقعہ درج کیا جاتا ہے :۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ عنبر شمامہ میں دو آدمیوں کا کسی معاملہ میں نزاع تھا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حقیقی مدعی کے حق میں فیصلہ صادر فرمایا مگر جس کے خلاف فیصلہ جا رہا تھا وہ پہلے تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس دوبارہ فیصلہ کرانے کیلئے گیا مگر جب آن کو یہ بتایا کہ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم میرے خلاف فیصلہ صادر فرما چکے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ

وہی فیصلہ درست ہے جو سید دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مگر وہ شکست خوردہ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور ان سے سارا واقعہ ذکر کر دیا، حضرت عمر فاروق نے اس کا سر قلم کر دیا اور فرمایا جو سید دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کے خلاف فیصلہ چاہے اُس کی یہی سزا ہے ــــ" (کتب الحدیث)

تنبیہ:۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی توقیر حکمی کو نظر انداز کرنا قرآن عزیز کے نزدیک منافقوں کی نشانی ہے، ارشاد فرمایا:۔

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلَىٰ مَا أَنزَلَ اللَّهُ وَإِلَى الرَّسُولِ رَأَيْتَ الْمُنَافِقِينَ يَصُدُّونَ عَنكَ صُدُودًا ۝ (پ۵، سورۃ النساء، آیت ۶۱)	اور جب ان سے کہا جاتا ہے آجاؤ اس ہدایت کی طرف جو اللہ تعالیٰ نے اتاری اور رسول کی طرف (جو قرآن کی تشریح ہے) آپ دیکھتے ہیں منافق آپ سے رک جاتے ہیں خاص طریقہ پر رُکنا۔

یعنی صاف انکار نہیں کرتے بلکہ کوئی نہ کوئی بہانہ بنا لیتے ہیں۔

اس آیت میں یہ واضح فرمایا کہ:۔

مَا أَنزَلَ اللَّهُ (قرآن عزیز) کی تشریح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی اس لیے آپ کی تشریح (حدیث اور سُنّت) بھی حاکمانہ حیثیت کی مالک ہے۔

جو لوگ قرآن عزیز کو مانتے ہیں مگر اس کی تشریح (حدیث) نہیں مانتے، اس سے پہلو بچاتے ہیں وہ مسلمان نہیں، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اسی لیے ہے کہ آپ کا ہر حکم مانا جائے، ارشاد فرمایا:۔

وَمَا أَرْسَلْنَا مِن رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ۔ (النساء ۶۴)	اور ہم نے ہر رسول اسی لیے بھیجا ہے کہ اللہ تعالےٰ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے۔

خلافِ توقیرِ حکمی کی ایک صورت

یہ بھی ہے کہ سیدِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کے لیے جو راہِ مستقیم متعین فرمایا ہے اس میں اپنی طرف سے کمی بیشی نہ کرے ورنہ یہ بھی توقیرِ حکمی کی مخالفت ہی ہوگی، کیونکہ اُمت کا کام عمل کرنا ہے۔ اس ارشاد میں کمی بیشی کرنا اُمت کا کام نہیں۔ نجات اور فلاح اسی میں ہے کہ جیسا حکم دیا گیا اسی طرح عمل کیا جائے۔ اختصار کو مدِ نظر رکھتے ہوئے صرف ایک ہی مثال درج کی جاتی ہے:۔

——حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک آدمی نے اسلامی عبادات پوچھیں تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے پانچ نمازیں، رمضان کے روزے، زکوٰۃ بتا دیں (حج اُس وقت تک فرض نہ ہُوا تھا) تو اُس نے کہا: لَا اَزِیْدُ عَلٰی هٰذَا وَلَا اَنْقُصُ۔ (ترجمہ) "میں اس پر نہ تو بڑھاؤں گا اور نہ اس سے کم کروں گا۔" یعنی میں ان عبادات میں کچھ کم نہ کروں گا اور نہ بڑھاؤں گا، تو سیدِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر اس نے یہ سچ کہا ہے تو یہ کامیاب ہو جائے گا۔"——

اس مسلمان کی عبادات میں سے کم نہ کرنے کی بات تو سمجھ میں آ جاتی ہے مگر زیادہ نہ کرنے کی بات سمجھ میں نہیں آتی۔ اس کی ایک توجیہہ یہ ہے کہ بطورِ فرض اور واجب کے کوئی عبادت اپنی طرف سے لازم نہ کروں گا۔ اگر کسی اُمتی نے اپنی طرف سے ارشاداتِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں کمی بیشی کی تو وہ اس اجر و ثواب کو نہ پا سکے گا جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد میں ہے۔ اس کی ایک مثال دی جاتی ہے:۔

——حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا ایک گروہ

جہاد کے لیے تیار فرمایا جس میں عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ بھی تھے، اتفاقاً روانگی کا دن جمعہ تھا، دوسرے صحابہ کرام تو علی الصبح ہی چلے گئے. مگر عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے یہ خیال کیا کہ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نمازِ جمعہ ادا کر کے بھی اگر گیا تو ان ساتھیوں کو پالوں گا، جب نماز جمعہ کے بعد سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن رواحہ کو دیکھا تو فرمایا ــــ تم اپنے ساتھیوں کے ساتھ صبح کو کیوں روانہ نہیں ہوا؟ تو عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ "میں نے یہ چاہا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نمازِ جمعہ ادا کر لوں پھر ان سے جا ملوں گا" ــــ یہ سنکر رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:ــــ اگر تجھے ساری زمین کی چیزیں مل جائیں (مال و دولت وغیرہ) اور تو یہ سب اللہ تعالیٰ کے نام پر صدقہ کر دے تب بھی تو اس فضیلت کو حاصل نہیں کر سکتا جو ان کو صبح جانے سے ملی ــــ" (مشکوٰۃ، باب آداب السفر)

ظاہر ہے کہ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نمازِ جمعہ مسجدِ نبوی میں ادا کرنا بڑی ہی فضیلت اور اجر و ثواب والی عبادت ہے۔ مگر یہ حضور سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق نہیں اس لیے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بجائے تحسین کے تنبیہ فرمائی۔ کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی توقیر اور ادب صرف اسی صورت میں ہے کہ جو حکم ہو اس کو اسی طرح مانا جائے۔

مسلمان کی فلاح اور بہبود صرف حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ماننے میں ہے، جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہی دین اور ایمان ہے۔ حضرت ابو عبیدہ ابن الجراح رضی اللہ عنہ جب شام پر عامل تھے تو ان کے عدل و انصاف اور رعایا کے ساتھ محبت کی وجہ سے شام کے لوگوں نے آپ سے کہا کہ ہم آپ کو خوشی سے اپنے گھوڑوں اور غلاموں کی زکوٰۃ دیتے ہیں، مگر حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ

نے انکار کر دیا۔ (کیونکہ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان اشیاء کی زکوٰۃ نہیں لی)۔ (کتاب الاموال، ص ۴۶۵)

سچے مسلمان کی علامت

جب یہ بات ثابت ہو گئی کہ ایک مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ حضور سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایمانی محبت رکھے، آپ کا ادب کرے، آپ کی شانِ اقدس میں کوئی ایسا کلمہ نہ کہے جس سے بلا ارادہ بھی گستاخی یا بے ادبی کا پہلو نکل سکتا ہو۔ تو اب سچے مسلمان کے لیے لازم ہے کہ وہ ایسے گستاخوں اور بے ادبوں کے ساتھ اپنا کسی قسم کا تعلق قائم نہ رکھے ورنہ وہ بھی اُسی آگ میں جلے گا جس میں یہ گستاخ جلیں گے۔ ارشاد قرآنی ہے:۔

وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ۝ (پ۱۲، سورہ ہود، آیت ۱۱۳)	اور مت جھکو ان کی طرف جو ظالم ہیں پھر تم کو لگے گی آگ اور کوئی نہیں تمہارا اللہ کے سوا مددگار پھر کہیں مدد نہ پاؤ گے۔

اس لیے سچے اور حقیقی مسلمان کی علامت قرآن عزیز نے یہی ارشاد فرمائی کہ وہ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کے ساتھ محبت اور تعلق نہیں رکھتے ارشاد فرمایا:۔

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ	تو نہ دیکھے گا کوئی لوگ جو یقین رکھتے ہوں اللہ پر اور پچھلے دن پر پھر دوستی

حَآدَّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَلَوْ کَانُوْٓا اٰبَآءَھُمْ اَوْ اَبْنَآءَھُمْ اَوْ اِخْوَانَھُمْ اَوْ عَشِیْرَتَھُمْ اُولٰٓئِکَ کَتَبَ فِیْ قُلُوْبِھِمُ الْاِیْمَانَ وَاَیَّدَھُمْ بِرُوْحٍ مِّنْہُ وَیُدْخِلُھُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ اُولٰٓئِکَ حِزْبُ اللّٰہِ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰہِ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ہ

(پ ۲۸، سورۃ المجادلہ، آیت ۲۲)

کریں ایسوں سے جو مخالف ہوئے اللہ کے اور اس کے رسول کے خواہ وہ ان کے باپ ہوں یا بیٹے ہوں یا اپنے بھائی یا اپنے گھرانے کے۔ ان کے دلوں میں لکھ دیا ہے ایمان اور ان کی مدد کی ہے اپنے غیب کے فیض سے اور داخل کرے گا ان کو باغوں میں جن کے نیچے بہتی ہیں نہریں، سدا رہیں اُن میں، اللہ ان سے راضی اور وہ اُس سے راضی، وہ ہیں جتھا اللہ کا، سنتا ہے جو ہے جتھا اللہ کا وہی مراد کو پہنچے۔

اللہ تعالےٰ کے اس ارشاد میں واضح ہے کہ سچے اور حقیقی مسلمان کے لیے لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ اور سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کے ساتھ کوئی تعلق قائم نہ رکھے، خواہ وہ کافر اس کا باپ، دادا، بیٹا، پوتا، قوم، قبیلہ کچھ بھی نسبت رکھتا ہو، یہ اس امر کی نشانی ہے کہ اس کے دل میں ایمان راسخ ہے اور اُسے اس نیک اور بہادری کے عمل پر اللہ تعالےٰ اس کی مدد فرماتا ہے۔ وہ ارد گرد کے دنیاوی لالچ، کافر کے رُعب سے متاثر نہیں ہوتا بلکہ اس کا دل طاقتور رہتا ہے۔ ایسے مسلمان کو یہ بشارت فرمائی کہ یہ اللہ تعالےٰ کی جماعت کا ایک رُکن ہے اور اللہ تعالےٰ اس سے راضی ہے، اس لیے اسے دنیا سے جانے کے بعد ایسی جنت عطا ہو گی جہاں یہ ہمیشہ ہمیشہ رہے گا ــــ اللہ تعالےٰ سب مسلمانوں کو اس دینی غیرت سے نوازے اور جنت الفردوس عطا فرمائے۔ آمین

اِن علامات کے برعکس :۔

اللہ تعالیٰ کی ایذاء اور سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذاء بھی ایک ہی چیز ہے، ارشاد فرمایا:۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَاَعَدَّ لَھُمْ عَذَابًا مُّھِیْنًا ○ (پ۲۲، سورۃ الاحزاب ع۵۷)	جو لوگ ستاتے ہیں اللہ کو اور اس کے رسول کو، ان کو پھٹکارا اللہ نے دنیا میں اور آخرت میں اور رکھی اُن کے واسطے ذلت کی مار۔

اور ایک آیت میں صرف حضور سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذِکر کرتے ہوئے فرمایا:۔

وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰہِ لَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ○ (پ۱۰، سورۃ التوبۃ، آیت ۶۱)	اور وہ لوگ جو ستاتے ہیں اللہ کے رسول کو ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

اسی طرح سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بغض و عداوت کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ بغض و عداوت کو ملا کر فرمایا:۔

ذٰلِکَ بِاَنَّھُمْ شَآقُّوا اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَمَنْ یُّشَآقِّ اللّٰہَ فَاِنَّ اللّٰہَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ○ (پ۲۸، سورۃ الحشر، آیت ۴)	(یہ دونوں جہانوں کا عذاب) اس پر کہ وہ مخالف ہوئے اللہ سے اور اس کے رسول سے اور جو کوئی مخالف ہو اللہ سے تو اللہ کی مار سخت ہے۔

ایک آیت میں صرف اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر فرمایا

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَشَآقُّوا الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَہُ الْھُدٰی لَنْ یَّضُرُّوا اللّٰہَ شَیْئًا وَسَیُحْبِطُ اَعْمَالَھُمْ۔	جو لوگ منکر ہوئے اور روکا اللہ کی راہ سے اور خلاف ہوئے رسول سے پیچھے اس کے کہ کھل چکی ان پر راہ نہ بگاڑیں گے اللہ کا کچھ اور وہ اکارت کر دے گا ان کے اعمال۔

(پ۲۶، سورۂ محمد، آیت ۳۲)

ایک آیت میں سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی علامت بھی بیان فرمادی کہ ایسے معاند اور مخالف اُس راستے سے ہٹے ہوئے ہوتے ہیں جو راستہ عام اہلِ اسلام کا صحابہ کرام سے لے کر متوارث اور متواتر چلا آتا ہے، ارشاد فرمایا۔

وَمَنْ یُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَہُ الْھُدٰی وَ یَتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ نُوَلِّہٖ مَا تَوَلّٰی وَنُصْلِہٖ جَھَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِیْرًا۔	اور جو کوئی مخالفت کرے رسول اللہ کی بعد اسکے کہ اس پر سیدھی راہ کھل چکی ہو اور سب مسلمانوں کے راستہ کے خلاف چلے تو ہم اسے اسی طرف چلائیں گے جدھر وہ خود پھر گیا ہے اور اسے دوزخ میں ڈال دیں گے اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے ---------- (النساء ۱۱۵)
اَلَمْ یَعْلَمُوْا اَنَّہٗ مَنْ یُّحَادِدِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَاَنَّ لَہٗ نَارَ جَھَنَّمَ خٰلِدًا فِیْھَا ذٰلِکَ الْخِزْیُ الْعَظِیْمُ۔ (پ۱۰، سورۃ التوبہ آیت ۶۳)	کیا وہ نہیں جانتے کہ جو شخص اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مقابلہ کرتا ہے تو اس کے واسطے دوزخ کی آگ ہے اس میں ہمیشہ رہے گا یہ بڑی ذلت ہے۔
وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَیَتَعَدَّ حُدُوْدَہٗ یُدْخِلْہُ نَارًا	اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے اور اس

خٰلِدًا فِيهَا وَلَهُ عَذَابٌ مُّهِينٌ۔

(پ۴، سورۃ النساء آیت ۱۴)

کی حدود سے نکل جائے اُسے آگ میں ڈالے گا اور اس کے لیے ذلت کا عذاب ہے۔

قیامت کے دن دوزخی اس بات پر افسوس کر کے پشیمان ہوں گے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کیوں نہ کی، اس پشیمانی میں اللہ تعالےٰ کا ذکر نہ ہو گا۔

ارشاد فرمایا:۔

يَوْمَئِذٍ يَّوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَعَصَوُا الرَّسُولَ لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ الْاَرْضُ وَلَا يَكْتُمُونَ اللّٰهَ حَدِيثًا۔

(پ۵، سورۃ النساء آیت ۴۲)

جن لوگوں نے کفر کیا تھا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی تھی وہ اس دن آرزو کریں گے کہ زمین کے برابر ہو جائیں اور اللہ تعالےٰ سے کوئی بات نہ چھپا سکیں گے۔

وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُولُ يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُولِ سَبِيلًا ٥

(پ۱۹، سورۃ الفرقان، آیت ۲۷)

اور اس دن ظالم اپنے ہاتھ کاٹ کاٹ کھائے گا کہے گا کاش میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ راہِ راست پر چلتا۔

اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ٹھٹھا کرنے والے بدبختوں کو یوں تنبیہ فرمائی:۔

قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُولِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُونَ ٥

(پ۱۰، سورۃ التوبہ آیت ۶۵)

آپ فرما دیجئے کیا اللہ تعالےٰ سے اور اس کی آیتوں (قرآنِ عزیز) سے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے تم ہنسی کرتے تھے۔

ان اور ان جیسی دوسری آیاتِ قرآنیہ کے پیشِ نظر حافظ ابن تیمیہؒ نے فرمایا۔

وفی هذا وغیرہ بیان لتلازم الحقین وان جهة حرمة الله تعالٰی ورسوله جهة واحدةٌ فمن اٰذی الرسول فقد اذی الله ومن اطاعه فقد اطاع الله لان الامة لا یصلون ما بینهم وبین ربهم الا بواسطة الرسول لیس لاحدٍ منهم طریق غیرہ ولا سبب سواہ وقد اقامه الله مقام نفسه فی امرہ ونهیه واخبارہ وبیانه فلا یجوز ان یفرق بین الله ورسوله فی شیٔ من هذہ الامور۔

(الصارم ص۴۲)

اور اس آیت میں اور دوسری آیات میں دونوں حقوق کا آپس میں لازم وملزوم ہونا بیان فرمایا ہے اور یہ کہ اللہ تعالےٰ کے احترام کی وجہ اور سید دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے احترام کی وجہ ایک ہی ہے پس جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دُکھ دیا اُس نے اللہ تعالےٰ کو دکھ دیا اور جس نے حضور کی اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی کیونکہ امت اور اللہ تعالےٰ کے درمیان ربط اور تعلق صرف رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ سے ہے کسی کیلئے بھی اور کوئی دُوسرا ذریعہ نہیں خداوند قدوس نے سید دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو امر، نہی، اخبار اور بیان میں اپنا قائم مقام فرمایا ہے پس اب ان امور میں اللہ تعالیٰ اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان فرق کرنا جائز نہ ہوگا۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی مدد کرنا

امت پر یہ بھی فریضہ ہے کہ وہ دینِ اسلام کی اشاعت میں سرگرم رہے اور دین کے لیے ہر قسم کی قربانی دے، امت کے لیے کامرانی اور کامیابی اسی میں

ہے، قرآن عزیز میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :-

فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ؀ (پ ۹، سورۃ الاعراف، آیت ۱۵۷)	سو جو لوگ آپ پر ایمان لائے اور آپ کی حمایت کی اور مدد کی اور اس نور کے تابع ہوئے جو آپ کے ساتھ بھیجا گیا ہے یہی لوگ نجات پانے والے ہیں۔

کیونکہ جب امت دینِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مدد کرے گی تو اللہ تعالیٰ اس امت کی مدد کرے گا، ارشاد فرمایا :-

اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ؀ (پ ۲۶ سورہ محمد آیت ۷)	اگر تم اللہ کی مدد کرو گے اللہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدموں کو ثابت رکھے گا۔

پارہ ۱۷ سورۃ الحج آیت ۴۰، ۴۱ میں فرمایا :-

وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ؀ اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ۭ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ؀	اور اللہ تعالیٰ اس کی ضرور مدد فرمائے گا جو اللہ (کے دین) کی مدد کرے گا بیشک اللہ تعالیٰ طاقتور غالب ہے۔ وہ لوگ جن کو اگر ہم طاقت دیں زمین میں تو نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں اور نیکی کا حکم دیں اور برائی سے روکیں، اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سب کاموں کا انجام ہے۔

اس ارشادِ عالی میں نہایت تاکید کے ساتھ ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس کی ضرور مدد کرے گا جو اس کے دین کی مدد کرے گا، اس کے دین کی مدد کے چار

اہم شعبے ہیں :۔

(۱) نماز پڑھنا اور حکم دینا نماز پڑھنے کا۔

(۲) زکوٰۃ دینا اور نظامِ زکوٰۃ کا جاری کرنا۔

(۳) ہر اچھے کام کا حکم دینا۔

(۴) ہر بُرے کام سے روکنا۔

آخر میں تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا کہ تمام کاموں کا مرجع اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے۔ یعنی جس خداوند قدوس نے کسی کو جس قدر بھی اختیار اور اقتدار دیا ہے وہ اختیار اور اقتدار کو اس سے چھین بھی سکتا ہے، عزت کو ذلت کے ساتھ تبدیل کر سکتا ہے۔ اس لیے ہر مسلمان کو عموماً اور با اقتدار اور با اختیار کو یہ بات پیشِ نظر رکھنی ضروری ہے۔

اور دین کا سب سے بڑا ستون بلکہ دینِ اسلام کا دُوسرا نام احترام اور توقیر سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اگر مسلمان کے سامنے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہو اور وہ مسلمان اس کو برداشت کرے تو اس سے بڑھ کر اور کون سا کفر ہو سکتا ہے۔

خراسان کا ایک بادشاہ جس کا نام تو عمرو بن لیث تھا مگر عرف صَفّار تھا۔ اس کی وفات کے بعد اسے کسی نے خواب میں دیکھا اور پوچھا تیرے ساتھ کیا برتاؤ کیا گیا تو اُس نے جواب میں کہا ـــــ "میں نے اپنی زندگی میں ایک دن پہاڑ کی چوٹی سے اپنی ساری فوج کو دیکھا تو مجھے اس قدر فوج دیکھ کر بہت خوشی ہوئی تو میں نے کہا کاش میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہوتا تو آپ کی پیروی میں دینِ اسلام کی سربلندی کے لیے آپ کی مدد کرتا اور یہ فوج وہاں کام آتی ـــــ" میری اس دلی تمنا کو دربارِ خداوندی میں مقبولیت حاصل ہو گئی اور اللہ تعالیٰ نے

مجھے بخش دیا۔ (الشفاء، جلد ۲ ص۲۷)

سابق سلاطین اسلام میں سے اکثر کے القاب میں دین کا پہلو غالب تھا اور وہ اپنے آپ کو دینِ اسلام کا خادم سمجھتے تھے۔ اختصار کے ساتھ چند القاب ذکر کیے جاتے ہیں :۔

الناصرالدین اللہ، قطب الدین، رکن الدین، معزالدین، جلال الدین، غیاث الدین، قمرالدین، اختیارالدین، شمس الدین، شہاب الدین، فخرالدین، سیف الدین، تاج الدین وغیرہم۔

خاندانِ مغلیہ جس نے برصغیر پرشان وشوکت سے حکومت کی، ان کے القاب بھی دین ہی سے مزین ہیں، مثلاً :۔

ظہیرالدین بابر، ناصرالدین ہمایوں، جلال الدین اکبر[1]، نورالدین جہانگیر، شہاب الدین شاہجہان، محی الدین اورنگ زیب، رحمۃ اللہ علیہم۔

(ف) محی الدین اورنگزیب رحمۃ اللہ علیہ نے دین اسلام کی بے نظیر خدمت کی ہے۔ اپنے وقت کے جلیل القدر علماء کرام کا ایک بورڈ اس لیے مقرر کیا کہ وہ فقہ حنفی کو قانونی شکل دے کر ایک ایسا مجموعہ تیار کر دیں جو برصغیر اور افغانستان، ترکستان، مصر اور دیگر اسلامی حکومتوں کے لیے مشعلِ راہ ہو۔ چنانچہ ان علماء کرام کی مساعی سے جو مجموعہ قوانین مرتب ہوا اس کا نام فتاوٰی عالمگیری ہے، جسے بلادِ عرب میں فتاوٰی ہندیہ کا نام دیا جاتا ہے۔ اس کا اردو زبان میں بھی ترجمہ ہو چکا ہے۔

حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کی نماز جنازہ خاندان غلاماں کے مشہور بادشاہ شمس الدین التمش رح نے پڑھائی۔

---

[1] اکبر شروع میں بڑا دیندار تھا، بعد میں بے دین وزراء نے اسے بے دین کر دیا تھا۔ (از مرتب)

خداوند قدوس کا مسلمانوں کو انتباہ

خداوند قدوس نے حضور سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب منور پر ذرا بھی غیر ارادی کوفت پہنچانے سے منع فرمایا ہے۔ بفقیر صحابہ کرام حضور سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے در اقدس پر کھانے کے لیے بعض اوقات قبل از وقت چلے جایا کرتے تھے اور پھر اس ذات مبارکہ کی زیارت کے لیے وہاں کچھ دیر بیٹھ کر آپس میں بات چیت کرتے رہتے تھے، اگر قلب منور پر یہ بات شاق گذرتی تھی لیکن صحابۂ کرام کو ان کی بے مثال جان نثاری اور فرمانبرداری کے پیش نظر منع نہ فرماتے تھے، حتیٰ کہ خود خداوند قدوس نے فرمایا ؛۔

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ وَلٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ ؕ

(پ ۲۲، سورۃ الاحزاب آیت ۵۳)

اے ایمان والو! نبی کے گھر میں داخل نہ ہو مگر اس وقت کہ تمہیں کھانے کے لیے اجازت دی جائے نہ اس کی تیاری کا انتظار کرتے ہوئے، لیکن جب تمہیں بلایا جائے تب داخل ہو۔ پھر جب تم کھا چکو تو اٹھ کر چلے آؤ اور باتوں کے لیے جم کر نہ بیٹھو۔ کیوں کہ اس سے نبی کو تکلیف پہنچتی ہے اور وہ تم سے شرما جاتے ہیں اور اللہ تعالےٰ حق بات کہنے سے شرم نہیں کرتا۔

اس آیت میں سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت اور شفقت کو بیان فرما کر ،

صحابۂ کرام کو متنبہ فرمایا کہ کوئی ایسی بات یا ایسا کام نہ کرو جس سے قلبِ منور کو ٹھیس پہنچنے کا امکان ہو۔ چنانچہ احترام اور تعظیم وادب کے لیے مندرجہ ذیل ارشادات فرمائے ہیں۔

اوّل کسی بھی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ کوئی ایسا کلمہ زبان سے نکالے جس سے توہین کا پہلو نکلتا ہو اور جسے غیر مسلم آڑ بنا کر اپنے خبثِ باطن کا اظہار کر سکیں۔ جیسا کہ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض جان نثار اور مخلص جب جناب کے ارشادات کو اپنی کم فہمی کی وجہ سے پورا نہ سمجھ سکتے تھے تو انہوں نے حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ عرض کیا:۔

یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ راع نا (رَاعِنَا) اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیک وسلم آپ ہماری رعایت فرمایا کریں۔

چونکہ یہ کلمہ اگر رَاعِیْنَا کے لہجہ میں پڑھا جائے تو اس کا معنیٰ ہمارا چرواہا بنتا ہے، اور اگر رَاعِنَا یکجا پڑھا جائے تو اس کا معنیٰ بے وقوف بنتا ہے چنانچہ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بغض وعداوت رکھنے والے بدبخت بھی رَاعِنَا کہتے تھے مگر ان کی نیت توہین ہوتی تھی، جیسا کہ پ۵ سورۃ النساء آیت ۴۶ میں ارشاد فرمایا۔ خداوند قدوس نے جو دلوں کے راز اور سینوں کی نیتوں کو بھی جانتا ہے مخلص جان نثار صحابۂ کرام کو بھی یہ کلمہ کہنے سے روکتے ہوئے فرمایا:۔

یَاۤ اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَ قُوْلُوا انْظُرْنَا وَ اسْمَعُوْا ؕ وَ لِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝ (سورۃ البقرہ آیت ۱۰۴)	اے ایمان والو! رَاعِنَا نہ کہو اور اُنْظُرْنَا کہو اور سنا کرو اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے۔

اس آیت میں خطاب مسلمانوں کو فرمایا جس میں مندرجہ ذیل باتیں ارشاد فرمائیں۔

(۱) وہ کلمہ رَاعِنَا کا کہنا چھوڑ دو جس کے کہتے ہوئے اگرچہ تمہاری نیت بے ادبی کی نہیں ہوتی، مگر بد باطن اس کلمہ کی آڑ میں اپنے خبثِ باطن کا مظاہرہ کر لیتے ہیں بلکہ اس کا ہم معنیٰ دوسرا کلمہ اُنْظُرْنَا کا کہہ دیا کرو جس کا معنیٰ ہے، آپ ہماری طرف توجہ فرمایا کریں۔

(۲) اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کو پوری توجہ کے ساتھ سنو تو بات جلدی سمجھ میں آجائے گی، اُن لوگوں کی طرح نہ بنو جو کہ:۔

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ٥

(پ ۹ سورۃ الانفال آیت ۲۱)

اور نہ بنو اُن لوگوں کی طرح جنہوں نے کہا ہم نے سن لیا اور وہ (دل سے) سنتے نہیں۔

(۳) اگر کوئی مسلمان ایسا کلمہ کہے گا جس سے سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کا پہلو نکل سکتا ہو تو وہ کافر ہو جائے گا اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے اور اس طرح کہنے والے پر خداوند قدوس کی لعنت ہے۔

اِس لیے علماء اُمت کا اس مسئلہ پر اجماع ہے کہ:۔

—— ایسا کلام جس سے سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی نبی علیہ السلام کی توہین اور بے ادبی کا پہلو نکلتا ہو اُس کا کہنا، سننا اور لکھنا بھی حرام ہے، اگر کوئی ایسی تحریر ملے تو اس کو مٹا دیا جائے ——

حضرت علامہ انور شاہ صاحب کاشمیری قدس سرہ العزیز نے فرمایا ہے کہ:۔

"بعض علماء نے اس امر پر بھی تمام مسلمانوں کا اجماع نقل فرمایا ہے کہ جس عبارت میں سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مذمت کا پہلو نکلتا ہو اس کا روایت کرنا، پڑھنا، لکھنا سب حرام ہے اور اس کو (طاقت رکھتے ہوئے)

مٹانے کے بغیر چھوڑ دینا یہ بھی حرام ہے۔" (الکفار الملحدین صـ۱۰۷)

دوم: چونکہ اُمت کا کام صرف یہ ہے کہ جو حکم دربارِ نبوتِ عظمیٰ سے صادر ہو اُس پر عمل کرے۔ اُمت کا یہ کام نہیں ہے کہ اس حکم کی تشریح کے ضمن میں بال کی کھال نکالے، جیسا کہ یہودیوں کا طریقہ تھا۔ اس سے عدمِ اعتماد اور حکم سے پہلو بچانے کا اظہار ہوتا ہے، اس لیے ارشاد فرمایا:۔

اَمۡ تُرِيۡدُوۡنَ اَنۡ تَسۡـَٔلُوۡا رَسُوۡلَـكُمۡ كَمَا سُئِلَ مُوۡسٰى مِنۡ قَبۡلُ وَمَنۡ يَّتَبَدَّلِ الۡکُفۡرَ بِالۡاِيۡمَانِ فَقَدۡ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيۡلِ ٥ (سورۃ البقرہ آیت ۱۰۸)	کیا تم چاہتے ہو کہ اپنے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے سوال کرو جیسے اس سے پہلے موسیٰ (علیہ السلام) سے سوال کئے گئے تھے اور جو کوئی ایمان کے بدلے کفر کرے تو وہ سیدھے راستے سے گمراہ ہوا۔

اس آیت میں مسلمانوں کو متنبہ کرتے ہوئے فرمایا کہ:۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دینی راہنمائی کے لیے تو مسائل اور احکام پوچھ سکتے ہو، مگر اعتراض اور تنقید اور حکم سے پہلو بچانے کے لیے سوال نہیں کر سکتے، جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے اُن سے ایسے ہی سوالات کیے تھے، مثلاً:۔

"جب اُن سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ تم ایک گائے ذبح کرو تو انہوں نے پوچھا کہ وہ گائے کس عمر کی ہو، جب اُنہوں نے فرمایا کہ وہ درمیانی عُمر کی ہو، تو پھر پوچھا کہ اس کا رنگ کیسا ہو، جب موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اس کا زرد رنگ بھڑکنے والا ہو، تو پھر پوچھا کہ اس کا کوئی خاص امتیازی نشان بتلایئے تو انہوں نے فرمایا کہ اس سے نہ تو ہل چلانے کا کام لیا گیا ہو اور نہ ہی

آبپاشی کا کام لیا گیا ہو۔"　　(پ۱ سورۃ البقرہ آیت ۶۷ تا ۷۱)

اس لیے مسلمانوں کو ایسے سوالات اور تنقید کرنے سے منع فرمایا گیا اور ساتھ ہی اس کی وجہ بھی ارشاد فرما دی کہ جب ایک مسلمان کو ایک حکم اللہ تعالیٰ کی طرف سے یا اس کے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ملتا ہے تو بجائے اس کے کہ وہ فوراً عمل شروع کر دے، جب وہ اس پر تنقید کرتا ہے تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس حکم کے مقابلہ میں کوئی دوسرا حکم چاہتا ہے، اسلام کا مقابل تو کفر ہی ہو سکتا ہے اس لیے ایسی حرکت کرنے والا راہِ مستقیم سے بھٹک جائے گا۔

ف :۔ فرقِ باطلہ کی تاریخ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب باطل فرقے قرآنی ہدایات اور ارشاداتِ نبوی پر تنقید اور عدم اعتماد ہی کی وجہ سے پیدا ہوئے جن کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے دوزخی قرار دیا ہے۔

قرآنِ عزیز نے ایسے آدمی کو ملحد قرار دیا ہے جو قرآنِ عزیز کے ارشادات کا ایسا معنیٰ اور مفہوم لیتا ہو جو قرآنی احکام اور اسلام کے متوارث اور متواتر عقیدہ کے خلاف ہے، اور ملحد بھی دوزخی اور کافر ہے، ارشاد فرمایا :۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا لَا يَخْفَوْنَ عَلَيْنَا ۭ اَفَمَنْ يُّلْقٰى فِي النَّارِ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ يَّاْتِيْٓ اٰمِنًا يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ ۙ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ○

(پ۲۴ سورہ حٰمٓ السجدہ آیت ۴۰)

وہ لوگ جو ہماری آیتوں میں کج روی کرتے ہیں وہ ہم سے چھپے نہیں رہتے۔ کیا وہ شخص جو آگ میں ڈالا جائے گا بہتر ہے یا وہ جو قیامت کے دن امن سے آئے گا جو چاہو کرو جو کچھ تم کرتے ہو وہ اللہ تعالےٰ دیکھ رہا ہے۔

الحاد کی بہت سی صورتیں ہیں اور ان سب کا تعلق تقریباً عقائد ہی کے ساتھ

ہے۔ مثلاً وہ آیات جن میں خداوند قدوس کی ذات بے مثال اور صفات کا ذکر ہے ان کا معنیٰ اور تشریح ایسی کرے جس سے تشبیہ یا تجسیم پیدا ہو سکے، یہ بھی الحاد کی ایک قسم ہے۔ جب قرآنِ عزیز نے فرما دیا: لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ
تو اب اس میں بحث نہ کرنا چاہیئے۔

سیدِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو سابقہ انبیاء علیہم السلام کی طرح ایک رسول سمجھے اور آپ کی تمام صفات یا بعض کا انکار کرے یا ایسا معنیٰ کرے جو عظمت اور رفعت کے خلاف ہو، جیسا کہ خاتم النبیین کا معنیٰ یہ کرے کہ "نبیوں کی مہر" جس پر آپ کی مہر لگ گئی وہ نبی ہو گیا، تو یہ ملحد ہے اور اسلام سے خارج ہے، کیونکہ آپ پر نبوت اور رسالت ختم ہو گئی ہے۔ یا یہ کہے کہ آپ صرف اپنے زمانہ کیلئے رسول تھے؛ یہ بھی الحاد ہے۔ یا آپ کی شانِ عالی میں ایسے کلمات کہے جن سے توہین کا پہلو نکلتا ہو، یہ بھی الحاد ہے۔ جس طرح منافقوں اور یہودیوں نے رَاعِنَا کہا تھا۔

علیٰ ہٰذا القیاس، آیاتِ قرآنیہ کی آڑ میں اپنے خبثِ باطن کا اظہار کرنے والا ملحد ہے، جس کے ظاہری کلمات تو ادب، احترام اور اطاعت کا مظہر ہوں، مگر کہنے والے کا ارادہ توہین ہو۔ اسی حکمت سے اس آیت میں ایسے بے دینوں کو متنبہ کرتے ہوئے فرمایا: لَا يَخْفَوْنَ عَلَيْنَا، یہ ہم پر چھپے نہیں رہ سکتے۔ جیسا کہ

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک بدبخت جو امام مسجد تھا وہ جہری نماز میں سورۃ عَبَسَ کی قرأت زیادہ کرتا تھا، جس میں حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کی وجہ سے سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرمایا گیا تھا جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اس امر کی اطلاع ملی تو آپ نے فرمایا:۔

"اگر وہ میرے ہاتھ لگا تو سخت سزا دوں گا" (رحمت کائنات ص ۳۱۲)

ف: سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ کے بعض لوگوں کے ساتھ دینی باتیں کر رہے تھے کہ اتنے میں ایک اندھا صحابی عبد اللہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ حاضر خدمت ہوئے، چونکہ وہ تو مشرف بہ اسلام ہو چکے تھے اس لیے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ادھر توجہ نہ فرمائی، یہ بات خداوند قدوس کو ناگوار گذری تو یہ سورۃ نازل فرما دی۔

تنبیہ ملحدوں کی ایک یہ بھی چال ہے کہ وہ بنیادی عقائد، اصولی احکام میں سے کسی ایک یا دو کا انکار کرتے ہیں یا تاویل بعید کرتے ہیں اور ساتھ یہ بھی کہہ دیتے ہیں کہ ایک یا دو عقائد یا احکام کے انکار سے کچھ فرق نہیں پڑتا، حالانکہ قرآنِ عزیز کی تعلیمات کی روشنی میں کسی ایک حکم یا ارشادِ قرآنی پر اپنی رائے کا پیش کرنا بھی سارے احکام کا انکار سمجھا جاتا ہے۔ جیسا کہ یہودیوں نے سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا کہ چونکہ جبریل ہمارا دشمن ہے اس لیے اس کی لانے والی وحی کو ہم نہیں مانتے، اگر آپ پر میکائیل وحی لے کر آتا تو ہم مان لیتے۔ اُن کا یہ انکار جبریل کا انکار نہیں صرف اُس کی اِس صفت اور حیثیت پر تنقید ہے۔ مگر اس کا جواب قرآنِ عزیز نے کسی قدر تفصیل کے ساتھ دیتے ہوئے فرمایا ہے:۔

قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ۝

(سورۃ البقرہ آیت ۹۷)

فرما دیجئے جو کوئی جبرائیل کا دشمن ہوا سو اُسی نے اتارا ہے وہ قرآن اللہ کے حکم سے آپ کے دل پر، تصدیق کرتا ہے جو اس سے پہلے ہیں اور ایمان والوں کے لیے ہدایت اور خوشخبری ہے۔

یعنی جبریل امین خود نہیں آئے بلکہ وہ اللہ تعالےٰ کے اِذن اور حکم سے تشریف لائے اور

جو چیز لے کر آئے وہ کتب سابقہ کی مخالف نہیں بلکہ وہ تو سب کتب سابقہ اور سب انبیاء سابقین علیہم السلام کی تصدیق کرتی ہے۔ اور
ایسی ہدایت ہے کہ اس پر عمل کرنے والوں کو بشارت دی جاتی ہے کہ وہ یقیناً کامیاب ہوں گے۔

اب ایسے معترض اور مفسد کا حکم کیا ہے؟ فرمایا:۔

مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ ۝ (سورہ بقرہ ۹۸)

جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں اور رسولوں اور جبرئیل اور میکائیل کا دشمن ہو تو بے شک اللہ تعالیٰ بھی کافروں کا دشمن ہے۔

تشریح یہودیوں نے نہ تو خداوند قدوس کا انکار کیا تھا اور نہ ہی سب رسولوں (علیہم السلام) کا اور نہ ہی سب فرشتوں کا انکار کیا تھا، انہوں نے تو صرف یہ کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی لانے والا میکائیل ہوتا تو ہم ایمان لے آتے۔ بالفاظِ دیگر انہوں نے اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر اپنی رائے کو غالب کرنا چاہا، جو اسلام نہ لانے کا ایک نامعقول عذر اور بہانہ تھا، مگر اس کا جواب یہ دیا گیا کہ:۔

جب تم جبریل کی اس صفت کا انکار کرتے ہو تو ایسے امانتی معزز فرشتے کا انکار سب فرشتوں کا انکار ہے اور جب فرشتوں کا انکار ہو تو اس سے اللہ تعالیٰ کے رسولوں کا انکار ہوا، کیونکہ رسولوں (علیہم السلام) پر وحی تو فرشتہ لاتا ہے جب وہ واسطہ کاٹ دیا گیا تو وہ حقیقت خود بخود کٹ گئی، اور جب رسولوں کا انکار ہوا (علیہم السلام) تو خود اللہ تعالیٰ کا انکار ہوا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان تو انبیاء علیہم السلام کی دعوت اور ان ہی کی معرفت سے ہوتا ہے، تو ایسا آدمی کافر ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے

کافروں کا دشمن ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ابتدائی دور خلافت میں جب اسلام کے مخالفوں نے یہ کہا کہ :۔

"سارے احکام پر عمل کریں گے مگر صرف زکوٰۃ ادا نہیں کریں گے"

تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ :۔

"زکوٰۃ تو بہت بڑا رُکن ہے اگر مجھے وہ رَسّی بھی نہ دیں گے۔ جو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بکری وغیرہ کے ساتھ دیا کرتے تھے تب بھی میں ان کے ساتھ لڑوں گا"

یہ نہیں فرمایا کہ کوئی بات نہیں بلکہ ایسے مُفسدوں اور ملحدوں کی حوصلہ شکنی فرمادی۔

رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر سے واپس تشریف لا رہے تھے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے نماز کے لیے وضو فرمایا، چند صحابہ رضی اللہ عنہم سے جلدی میں پاؤں کی ایڑی کا کچھ حصہ خشک رہ گیا، جب سیدِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو با آوازِ بلند فرمایا :۔

وَيْلٌ لِلْاَعْقَابِ مِنَ النَّارِ۔	خشک ایڑیوں کے لیے آگ کا عذاب ہے۔

ملحدوں کی تدبیر کا ایک تاریخی واقعہ

۱۹۲۶ء میں البانیہ میں بعض اسلام کے دشمنوں نے یہ تحریک شروع کی کہ نماز تو پڑھی جائے مگر وضو کی ضرورت نہیں، چنانچہ ڈاکٹر محمد اقبال مرحوم نے جو اُن دنوں یورپ میں تھے علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کو اس فتنہ کی سرکوبی کے لیے

متوجہ کرتے ہوئے یہ خط لکھا کہ:۔

"مسلمانوں پر اس وقت دماغی اعتبار سے وہی زمانہ آرہا ہے جس کی ابتداء یورپ کی تاریخ میں لوتھر کے عہد سے ہوئی، مگر چونکہ اسلامی تحریک کی کوئی خاص شخصیت راہنما نہیں ہے اس واسطے اس تحریک کا مستقبل خطرات سے خالی نہیں، نہ عامۃ المسلمین کو یہ معلوم ہے کہ اصلاح لوتھر نے مسیحیت کے لیے کیا کیا نتائج پیدا کیے۔ ہندوستان کی جمعیۃ العلماء کی توجہ اس طرف ضروری ہے آپ چونکہ اس جمعیۃ کے صدر ہیں اس واسطے آپ سے درخواست ہے کہ اس کام کو مستقل طور پر اپنے ہاتھ میں لیجئے، ندوہ کے دیگر ارکان یا فارغ التحصیل طلباء کو اپنے ساتھ ملایئے تاکہ اقوام اسلامیہ کو فقہ اسلامی کی اصل حقیقت معلوم ہو، میں نے سنا ہے کہ البانیہ کے مسلمانوں نے وضو اڑا دیا اور ممکن ہے نماز میں بھی کوئی ترمیم کی ہو، ترکی کا حال تو آپ کو معلوم ہی ہے، مصر میں یہ تحریک جاری ہے اور عنقریب ایران اور افغانستان میں بھی اس کا ظہور ہوگا، ایران کو بابیت سے اندیشہ ہے، مجھے اندیشہ ہے کہ اسماعیلی تحریک پھر کہیں زندہ نہ ہو جائے۔ اس وقت مذہبی اعتبار سے دنیائے اسلام کو راہنمائی کی سخت ضرورت ہے، اور میرا یہ عقیدہ ہے کہ ہندوستان کے بعض علماء اس کام کو بہ احسن وجوہ انجام دے سکتے ہیں ـــــ" (۱۸ر مارچ ۱۹۲۶ء)

سوم: ارشاد فرمایا:۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝ (پ۲۶ سورۃ الحجرات، آیت ۱)

اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کے سامنے پہل نہ کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو بیشک سب کچھ سننے والا جاننے والا ہے۔

اس آیت میں مسلمانوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے نہ چلو نہ بڑھو۔ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ تو جسم سے پاک ہے، اس کے ساتھ چلنے کا حقیقی معنیٰ تو نہیں لیا جا سکتا، اسی طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے تشریف لے گئے ہیں جبکہ قرآنِ عزیز تو ابدی اور دوامی ہدایت ہے، اس لیے اللہ تعالےٰ سے آگے بڑھنے کا معنیٰ یہ ہے کہ قرآنِ عزیز کے کسی حکم سے آگے نہ بڑھو، کیونکہ ہر حکم اللہ تعالےٰ کی ایک حد ہے اور اللہ تعالےٰ کی حدود سے آگے بڑھنے والا فرمایا :-

وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ○ (پ۲، سورۃ البقرہ آیت ۲۲۹)	اور جو کوئی اللہ کی حدوں سے تجاوز کرے گا سو وہی ظالم ہیں ------------

اسی طرح ارشاد فرمایا :-

وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ط (پ۲۸ سورۃ الطلاق آیت ۱)	اور جو اللہ کی حدوں سے بڑھا تو اس نے اپنے نفس پر ظلم کیا۔

کہ جی میں آیا تو بات مان لی ورنہ من مانی تاویل اور تفسیر کر دی، ایسے لوگ اللہ تعالیٰ سے آگے بڑھنے والے بنتے ہیں۔ اسی طرح رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مراد بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات (حدیث) ہے۔ قران کریم اور صحیح حدیث کے مقابلہ میں اپنی رائے دینے والا، وہ دراصل اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے بڑھ رہا ہے، اور یہیں سے گستاخی اور بے ادبی، بے حکمی شروع ہو جاتی ہے۔ (بلوغ المرام از نواب صدیق حسن خان صاحب مرحوم)

اس آیت کے خاتمہ پر اللہ تعالیٰ نے اپنے دو وصفی نام ارشاد فرمائے، سمیعؔ اور علیمؔ۔ جن کی حکمت یہ معلوم ہوتی ہے کہ جو لوگ بظاہر اطاعت اور فرمانبرداری کی باتیں کرتے ہیں مگر دل سے اللہ تعالیٰ کے ارشاد اور سید دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو پسند نہیں کرتے، ان کو بھی یہی سزا دی جائے گی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ علیم بھی ہے ان کے دلوں کی باتوں اور رازوں کو بھی جانتا ہے۔ جیسا کہ سورۂ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں فرمایا:۔

ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَرِهُوا مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ فَأَحْبَطَ أَعْمَالَهُمْ۔ (آیت ۹)

یہ (تباہی) اس لیے کہ انھوں نے پسند نہیں کیا جو اللہ تعالیٰ نے اتارا ہے سو اللہ تعالیٰ نے انکے سارے اعمال ضائع کردیئے۔

یعنی بظاہر تو ایمان اور اسلام کی بات کی مگر دل سے آسمانی ہدایت کو ناپسند سمجھا تو ایسے بدبخت کے بھی سارے اعمال برباد ہو گئے۔

چہارم: ارشاد فرمایا:۔

يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝

(پ ۲۶ سورۃ الحجرات آیت ۲)

اے ایمان والو اپنی آوازیں نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی آواز سے بلند نہ کیا کرو اور نہ ہی بلند آواز سے آپ سے بات کرو جیسا کہ تم ایک دوسرے سے کیا کرتے ہو۔ کہیں تمہارے اعمال برباد نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔

یہ آیت گویا پہلی آیت کی تفسیر ہے۔ اُمت کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنی آوازیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے بلند نہ کرے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات

پر اس طرح تنقید اور بحث نہ کریں جس طرح آپس میں ایک دوسرے کی بات پر بحث اور تنقید کرتے ہیں، ورنہ اس سے سارے اعمال ضائع ہو جائیں گے اگرچہ ان کی نیت بے ادبی کی نہ ہو تب بھی اعمال ضائع ہو جائیں گے۔ اس لیے ہر مسلمان کے لیے لازم ہے کہ جب اس کے سامنے سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی ارشاد پہنچ جائے وہ اُسے بلا چون وچرا مان لے خواہ اس کی سمجھ میں آئے یا نہ؟ صرف ایک مثال درج کی جاتی ہے:۔

—جب حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد روایت فرمایا کہ:۔

(ترجمہ) "سورج اور چاند دو بیلوں کی شکل میں ڈھانپ کر قیامت کے دن آگ میں ڈال دیئے جائیں گے"

تو اس روایت کو سُنکر ان کے شاگرد حضرت حسن نے پوچھا کہ ان کا کیا قصور اور گناہ ہوگا؟ تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:۔

"میں تجھے سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد سُنا رہا ہوں"

یعنی اس پر تنقید کیوں کرتا ہے؟ یہ سُنکر حضرت حسن رضی اللہ عنہ خاموش ہو گئے۔ (مشکوٰۃ شریف)

ف:۔ اس آیت میں بھی صوت النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) سے مراد ہر وہ کلام ہے جو آپ کی زبان نور افشاں سے نکلتی ہے کیونکہ آپ کا نطق ہمایونی بھی وحی ہے، فرمایا:۔

وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوٰى إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحٰى ۝ (پ سورۃ النجم آیت ۳،۴)	اور نہ آپ اپنی خواہش سے کچھ کہتے ہیں یہ تو وحی ہے جو آپ پر آتی ہے۔

قرآن اور حدیث دونوں اس نطق مبارک کی قسمیں ہیں، اسلیے قرآن وحدیث

کے مقابلہ میں اپنی آواز، اپنی رائے، اپنی تحقیق کو بلند کرنے والا خواہ کتنے ہی نیک اعمال کرے وہ سب کے سب ضائع اور برباد ہو جائیں گے۔ مندرجہ ذیل واقعہ بطور شہادت اور عبرت کے درج کیا جاتا ہے:-

—— حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کچھ اونچا سنتے تھے اس لیے وہ اونچی آواز سے بولا کرتے تھے (جیسا کہ بہروں کی عادت ہوتی ہے) جب آیت لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ نازل ہوئی تو وہ کچھ دن صرف اس خوف سے حاضر خدمت نہ ہوئے کہ کہیں اونچا بولنے سے میرے سارے اعمال برباد نہ ہو جائیں اور اس ادب اور احترام میں کمی نہ آجائے۔ آخر ایک دن حاضر خدمت ہو کر حاضر نہ ہونے کی وجہ عرض کر دی، تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:-

(ترجمہ) "کیا تجھے یہ پسند نہیں کہ تیری زندگی بہتر ہو اور تیری موت شہادت کی ہو اور پھر تو جنت میں داخل ہو جائے"۔

چنانچہ وہ جنگ یمامہ میں شہید ہو گئے۔ یہ سب اجر و ثواب اس ادب کا نتیجہ تھا۔ رضی اللہ عنہ —— (الشفاء جلد ۲ ص۲۹)

پنجم: ارشاد فرمایا:-

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ۭ قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ يَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا ۚ فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بلانے کو آپس میں ایک دوسرے کے بلانے جیسا نہ سمجھو اللہ تعالیٰ انہیں جانتا ہے جو تم میں سے چھپ کر کھسک جاتے ہیں۔ سو جو لوگ اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں انہیں اس سے ڈرنا چاہیے کہ ان پر کوئی آفت

اَوْ یُصِیْبَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ہ (پ ۱۸ سورۃ النور آیت ۶۳)	آئے یا ان پر کوئی دردناک عذاب نازل ہو جائے۔

اس آیت کا تعلق بھی ادب اور احترام کے ساتھ ہے کہ مسلمانوں کو سید دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پکار آپس میں ایک دوسرے کی پکار کی طرح نہ سمجھنی چاہیئے۔ اس کا ایک معنیٰ تو یہ ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارو تو یوں نہ پکارو جیساکہ آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہو، ورنہ فتنہ اور عذاب الیم کا شکار ہو جاؤ گے۔ جیساکہ قبیلہ بنو تمیم کے کچھ نو مسلموں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں پکارا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اُخْرُجْ اِلَیْنَا۔ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ ہمارے پاس تشریف لائیں۔ تو ان کا یہ طرزِ کلام اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں آیا اور پوری سورۃ الحجرات نازل فرما دی۔

دوسرا معنیٰ جو سیاق اور سباق کے لحاظ سے زیادہ بہتر ہے وہ یہ ہے کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تم کو پکاریں، کوئی حکم دیں، کسی بات سے منع فرماویں تو اس پر فوراً عمل پیرا ہو جاؤ، یہ نہ سمجھو کہ معمولی بات ہے، آپ کا پکارنا فوراً مان لیا جائے اور اپنے عقل و تجربہ، علم و حکمت سے اس کو نہ ناپا جائے۔

حضرت شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:۔

اپنی جان دھکتی آگ میں ڈالنی روا نہیں اور نبی حکم کرے تو فرض ہے۔ (سورۃ احزاب)

ان سب آیات میں خطاب مسلمانوں کو ہے کہ اگر ایک مسلمان ایسے کلمات زبان سے نکالے گا (یا لکھے گا) جن سے سید دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ رفیع کی تنقیص ہوتی ہو تو وہ کافر ہے، اس کے سارے اعمال برباد ہیں، وہ راہِ حق سے بھٹک گیا، اس کا انجام دوزخ ہے۔ اب قرآنی احکام میں

اُس کے لیے اِس زمین میں کوئی جائے امن نہیں۔

تنبیہ اُن لوگوں کو غور کرنا چاہیئے جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہوئے بھی قرآن و حدیث کے مقابلہ میں اپنی رائے کو نہ صرف پسند کرتے ہیں بلکہ بدبختی سے قرآن وحدیث کو اپنے نظریہ کے تابع لانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اِن آیاتِ قرآنیہ کی روشنی میں ان کی سب عبادات (نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ) اللہ تعالےٰ کے ہاں قبول نہیں بلکہ مردود ہیں۔ اور ایسے بے دین، مُلحد اور زندیق آج کل پہلے سے زیادہ ہیں جو ریسرچ، تحقیق کے نام سے قرآن عزیز اور حدیث سید دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سراسر مخالفت کر رہے ہیں اور قرآنی آیات اور صحیح احادیث میں تحریفِ لفظی تک کر جاتے ہیں۔

دربارِ نبوّت کے بے ادبوں کیلئے اعلانِ جنگ

قرآن کریم نے کسی بھی مسلمان کو دُکھ دینا اور اُسے ذہنی، اخلاقی طور پر پریشان کرنے سے منع کرتے ہوئے فرمایا:۔

وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ؏

(پ۲۲ سورۃ الاحزاب، آیت ۵۸)

اور جو لوگ ایمان دار مردوں اور ایمان دار عورتوں کو (بلا وجہ) ستاتے ہیں سو وہ اپنے سر بہتان اور کھلا گناہ لیتے ہیں۔

اگر ایسا فتنہ انگیز اپنی شرارت سے باز نہ آئے، نہ تو توبہ کرے اور نہ ہی

ان بے گناہوں سے معافی مانگے تو اس کے لیے ارشاد فرمایا:۔

إِنَّ الَّذِينَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوبُوا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيقِ ۝

(پ۳۰، سورۃ البروج، آیت ۱۰)

بے شک جنہوں نے ایمان دار مردوں اور ایمان دار عورتوں کو ستایا پھر توبہ نہ کی تو ان کے لیے جہنم کا عذاب ہے اور ان کے لیے جلانے والا عذاب ہے۔

پھر وہ گستاخ اور دریدہ دہن جو اللہ تعالےٰ کے دین کے محافظوں (اولیاء علماء) کے خلاف لب کشائی اور دست درازی کا ارتکاب کرتا ہے اس کے متعلق ارشاد فرمایا:۔

وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ تَعْرِفُ فِي وُجُوهِ الَّذِينَ كَفَرُوا الْمُنكَرَ ۖ يَكَادُونَ يَسْطُونَ بِالَّذِينَ يَتْلُونَ عَلَيْهِمْ آيَاتِنَا ۗ قُلْ أَفَأُنَبِّئُكُم بِشَرٍّ مِّن ذَٰلِكُمُ ۗ النَّارُ وَعَدَهَا اللَّهُ الَّذِينَ كَفَرُوا ۖ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ۝

(پ۱۷، سورۃ الحج، آیت ۷۲)

اور جب انہیں ہماری کھلی کھلی آیتیں پڑھ کر سنائی جائیں تو تم منکروں کے چہروں میں ناراضگی دیکھو گے قریب ہوتے ہیں کہ جو لوگ انہیں ہماری آیتیں پڑھ کر سناتے ہیں ان پر حملہ کر دیں، کہہ دیجیے کیا میں تمہیں اس سے بھی بدتر بات بتاؤں (وہ) آگ ہے کہ جس کا اللہ تعالیٰ نے منکروں سے وعدہ کیا ہے اور وہ بری جگہ ہے۔

ایسے گستاخوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ علماء حق اور اولیاء امت کو دکھ دینا، ان کی غیبت کرنا، توہین کرنا، ایسا گوشت کھانا ہے جس کے بارہ میں کہا گیا ہے کہ:۔

لُحُومُ الْعُلَمَاءِ مَسْمُومَةٌ (ترجمہ) علماء کا گوشت زہر آلود ہوتا ہے۔

جس کا مطلب یہ ہے کہ جب کسی مسلمان کی غیبت کرنا اس کا گوشت کھانا ہے تو علماء کی توہین، غیبت یہ وہ گوشت ہے جس میں زہر ہے، اس کا کھانے والا ہلاک ہو جائے گا۔

قطب الارشاد حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:۔

"اولیاء کو بُرا کہنے والا خالی نہیں جاتا" (مکاتیب رشیدیہ صلا)

چونکہ یہ موذی اُن لوگوں کی مخالفت کر رہا ہے جو اللہ تعالیٰ کے دین پر عمل کرنے والے، اللہ تعالیٰ کے دین کو پھیلانے والے ہیں، اس لیے ایسے بدنصیب کو معلوم ہونا چاہیئے کہ اس کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلانِ جنگ ہے۔ حدیثِ قدسی میں ارشاد فرمایا،۔

مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ۔ مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فقد بارزني بالمحاربة۔ (الصارم صـ۱۶۱)

جس نے میرے کسی دوست (فرمانبردار) کیساتھ دشمنی کی تو اس کیلئے میری طرف سے اعلانِ جنگ ہے جس نے میرے کسی فرمانبردار کے ساتھ دشمنی کی تو اُس نے مجھے لڑائی کے لیے للکارا۔

تو جب عام مسلمانوں، علماء، اولیاء کی بے ادبی، ان سے عداوت کرنے والے کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلانِ جنگ ہے تو اُس ذات عالی صفات جس پر ایمان لانے سے مسلمان بنا، اس کی پیروی سے عالم، ولی بنا، اُس ذات کے ساتھ عداوت، بغض اور کینہ رکھنے والے کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلانِ جنگ نہ ہوگا؟ قرآنِ عزیز میں پہلی اُمتوں کی تباہی اور ہلاکت کی سب سے بڑی وجہ یہی ذکر فرمائی گئی ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے مخالف ہو گئے اور ایسے عذاب کی لپیٹ میں آئے کہ اُن کے کھنڈرات پر آج بھی عذاب نازل ہو رہا ہے۔

قرآن عزیز میں انبیاء علیہم السلام کو ایذاء دینے والوں کے لیے دونوں جہانوں کے عذاب کا مفصل ذکر ہے۔ یہاں اجمالاً چند آیات اور واقعات کا ذکر کیا جاتا ہے، ارشادِ قرآنی ہے:۔

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَّاَصْحٰبُ الرَّسِّ وَثَمُوْدُ وَعَادٌ وَّفِرْعَوْنُ وَاِخْوَانُ لُوْطٍ وَّاَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ وَقَوْمُ تُبَّعٍ كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِيْدِ ۝ (سورۃ قٓ آیت ۱۲ تا ۱۴)

جھٹلایا ان سے پہلے نوح کی قوم نے اور کنویں والوں نے اور قوم ثمود اور قوم عاد اور فرعون اور قوم لوط اور بَن والوں نے اور تبع کی قوم نے ہر ایک نے رسولوں کو جھٹلایا تو وعدۂ عذاب ثابت ہوا۔

اسی طرح داخلۂ دوزخ کے وقت بھی ان سے پوچھا جائے گا کہ:۔

اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَتْلُوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ رَبِّكُمْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ؕ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۝ قِيْلَ ادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ۝ (سورۃ الزمر آیت ۷۱، ۷۲)

کیا تمہارے پاس تم ہی میں سے رسول نہیں آئے تھے جو تمہیں تمہارے رب کی آیتیں پڑھ کر سناتے تھے اور آج کے دن کے پیش آنے سے تمہیں ڈراتے تھے؟ کہیں گے ہاں! لیکن عذاب کا حکم منکروں پر ہو چکا تھا۔ کہا جائے گا دوزخ کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ اس میں سدا رہو گے بس وہ اللہ کے مقابلے میں تکبر کرنے والوں کیلئے بُرا ٹھکانا ہے۔

جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے اللہ تعالیٰ کے ارشادات سے جان چھڑانے کے لیے مُلحِد اور زندیق، انبیاء علیہم السلام کی پیروی اور اطاعت کا کبھی تو عملاً انکار کرتے ہیں اور کبھی قولاً بھی کر دیتے ہیں۔

(ف) اس عقیدہ کی پوری تشریح احقر کی مرتبہ کتاب "ضرورتِ حدیث" میں ملاحظہ فرمائیں۔

نبوّتِ کاملہ خاتمہ کے گستاخ کی سزا

جب کسی بھی نبی علیہ السلام کی تکذیب اور ان کو دُکھ دینے والوں کیلئے دونوں جہانوں کا عذاب اور سزا ہے تو سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دُکھ دینے والوں، بے ادبی اور گستاخی کرنے والوں کے لیے تو بہت زیادہ عذاب ہوگا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی رفعتِ شان اور عظمت کا تو یہ حال ہے کہ منافقوں کیلئے (جو زبان سے کلمہ پڑھتے تھے) آپ کو مغفرت طلب کرنے سے منع فرما کر یہ اعلان فرمایا کہ آپ کے گستاخوں اور بے ادبوں کو اللہ تعالیٰ ہرگز نہ بخشے گا، ارشاد قرآنی ہے :-

اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝ (سورۃ التوبہ ۸۰)

تو ان کے لیے بخشش مانگ یا نہ مانگ اگر تو ان کیلئے ستّر دفعہ بھی بخشش مانگے گا تو بھی اللہ تعالیٰ ان کو ہرگز نہیں بخشے گا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے کفر کیا اور اللہ تعالیٰ نافرمانوں کو راستہ نہیں دکھاتا۔

تو جو لوگ جان بوجھ کر ایسے کلمات کہیں یا ایسے کام کریں جن سے سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دُکھ پہنچتا ہو تو ان کے لیے قرآنِ مجید میں یہ بھی ہے کہ :-

وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ (سورۃ التوبہ ۶۱)

اور جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ستاتے ہیں ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

اور ایسا مردود دونوں جہانوں میں ملعون ہے، ارشاد فرمایا :-

وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ

جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے

لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا ۝

(پ۲۲، سورۃ الاحزاب، آیت ۵۷)

رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ایذا دیتے ہیں اُن کے لیے ذلت کا عذاب تیار کیا گیا ہے۔

اور ایسا ملعون جہاں بھی پوری گرفت میں آجائے اُسے ریزہ ریزہ کر دیا جائے ارشادِ قرآنی ہے:۔

لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَا اِلَّا قَلِيْلًا ۝ مَّلْعُوْنِيْنَ ۚ اَيْنَمَا ثُقِفُوْا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا ۝

(پ۲۲ سورۃ الاحزاب آیت ۶۰، ۶۱)

اگر منافق اور وہ جن کے دلوں میں مرض ہے اور مدینہ میں غلط خبریں اڑانے والے باز نہ آئیں گے تو آپ کو ہم ان کے پیچھے لگا دیں گے پھر وہ اس شہر میں آپ کے پاس نہ ٹھہر سکیں گے مگر بہت کم، لعنت کئے گئے ہیں جہاں کہیں پائے جائیں گے پکڑے جائیں گے اور قتل کئے جائیں گے۔

جس ملعون نے سیدِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو معیوب ثابت کرنے کی مذموم کوشش کی ہے، اب اس کی جڑ کاٹ دی جائے، ارشاد فرمایا:۔

اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۝

(پ۳۰ سورۃ الکوثر آیت ۳)

بے شک آپ کا دشمن ہی بے نام و نشان ہے۔

ان آیات میں لفظ اذیٰ ارشاد فرمایا جس کا معنیٰ وہ بات یا کام ہے جس سے حضور سیدِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ رفیع میں نقص، عیب کمی پیدا ہوتی ہو اس کی تشریح خود سیدِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادی اور ایسے موذی کو قتل کرنے کا حکم ارشاد فرمایا، جیسا کہ:۔

(۱) کعب بن اشرف ایک یہودی تھا جس نے سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ معاہدہ کیا تھا، غزوہ بدر میں مسلمانوں کی فتح سے وہ ایسا جلا کہ سیدِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں گستاخی اور مسلمان عورتوں کے خلاف حیاسوز اشعار کہنے لگا، ایک دن حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

من لِکعب بن الاشرف فانہٗ اذی اللّٰہ ورسولہٗ ۔	کوئی ہے جو کعب بن اشرف کا کام تمام کرے کہ اس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو دکھ پہنچایا ہے ۔

تو حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے اسکو قتل کر دیا (جسکی تشریح کتب تاریخ میں موجود ہے)

(۲) ابو رافع بن ابی الحقیق بھی اسی گندہ ذہنی کا مرتکب تھا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے قتل کے لیے چند انصار کو عبداللہ بن عتیک کی سرکردگی میں بھیجا۔ عبداللہ ابن عتیک رضی اللہ عنہ نے اس کو قتل کر ڈالا ۔

(۳) ابن خطل خود بھی سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں گندہ ذہنی کا ارتکاب کیا کرتا تھا اور اپنی دو لونڈیوں کو بھی اس جرم میں شریک کر لیا کرتا تھا، جب سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن تشریف لائے تھے تو کافروں، مشرکوں کی عام معافی کے اعلان کے باوجود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنے ہاتھ سے اس وقت قتل کر ڈالا جبکہ اس نے بیت اللہ شریف کے غلاف سے چمٹ کر پناہ لی ہوئی تھی ۔

(۴) ایک عیسائی مسلمان ہوا، سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے اپنا کاتب بنا لیا مگر وہ بدبخت مرتد ہو کر مشرکوں کے ساتھ جا ملا، سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کہ اسے زمین بھی قبول نہ کرے گی۔ چنانچہ اس کے مرنے کے بعد اُسے کئی بار دفن کیا گیا مگر اُسے زمین باہر پھینک دیتی۔ چنانچہ وہ اسی طرح مٹی ہو گیا ۔ (مرقاۃ)

جن بدبختوں نے سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ استہزاء کیا تھا ان کی سزا خود خداوند قدوس نے اپنے ذمہ لیتے ہوئے فرمایا :۔

اِنَّا کَفَیۡنٰکَ الۡمُسۡتَہۡزِءِیۡنَ۔ (سورۃ الحجر آیت ۹۵)	ہم کافی ہیں آپ کی طرف سے ٹھٹھے کرنے والوں کو۔

ان بدبختوں کو جو سزا ملی اسے دارالعلوم دیوبند کے سابق ناظم مولانا حبیب الرحمٰن نے اپنے مرتبہ قصیدہ "لامیۃ المعجزات" میں یوں فرمایا ؎

وَالۡوَلِیۡدُ کَانَ فِیۡ اَمۡثَالِہٖ ۔۔۔ یَسۡخَرُ مِنۡہُ وَیُؤۡذِیۡ بِالۡخَطَلِ

فَکَفَی اللّٰہُ الۡمُسۡتَہۡزِءِیۡنَ اٰیَۃً ۔۔۔ دَمَّرَتۡہُمۡ بِنَکَالٍ لَّمۡ یَزَلۡ

اس کی تشریح کرتے ہوئے دارالعلوم دیوبند کے سابق شیخ الادب مولانا اعزاز علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ فرمایا :-

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مذاق اڑانے والے یہ لوگ تھے۔ ولید بن مغیرہ، اسود بن عبد یغوث، اسود بن عبد المطلب، حارث بن عیص السہمی، عاص بن وائل۔ اس اثنا میں آپ کی خدمت میں حضرت جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اُن لوگوں کی شکایت کی اور دکھایا کہ فلاں شخص ولید ہے حضرت جبریل علیہ السلام نے اس کی اکحل (ایک رگ کا نام ہے جو ہاتھ میں ہوتی ہے، اور جس کا دوسرا نام نہر بدن یا رگ حیات بھی ہے) کی طرف کچھ اشارہ سا کر دیا۔ آپ نے دریافت کیا کہ تم نے یہ کیا کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ جو کچھ مجھ کو کرنا تھا کر دیا۔ اس کے بعد آپ نے بتایا کہ فلاں شخص اسود بن عبد المطلب ہے، حضرت جبریل علیہ السلام نے اُس کی دونوں آنکھوں کی طرف کچھ اشارہ سا کر دیا، آپ نے پھر دریافت فرمایا کہ تم نے کیا کیا۔ انہوں نے پھر وہی جواب دیا کہ جو کچھ کرنا تھا کر دیا۔ اس کے بعد آپ نے اسود بن یغوث کو بتایا، حضرت جبریل علیہ السلام نے اس کے سر کی طرف کچھ اشارہ سا کر دیا۔ آپ نے پھر دریافت فرمایا کہ تم نے کیا کیا۔ انہوں نے پھر وہی جواب دیا کہ جو کچھ مجھ کو کرنا تھا کر دیا۔ اس کے بعد آپ نے حضرت جبریل کو بتایا کہ فلاں شخص حارث

ہے۔ انہوں نے اس کے پیٹ کی طرف کچھ اشارہ سا کر دیا۔ آپ نے پھر دریافت فرمایا کہ تم نے کیا کیا۔ انہوں نے پھر وہی جواب دیا کہ مجھ کو جو کچھ کرنا تھا کر چکا۔ اس کے بعد اتفاقاً ادھر سے عاص بن وائل کا گذر ہوا تو حضرت جبریل نے اس کے پاؤں کے تلوے کی طرف کچھ اشارہ سا کر دیا۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ تم نے کیا کیا؟ انہوں نے پھر وہی جواب دیا کہ مجھ کو جو کچھ کرنا تھا کر دیا۔

اس کا انجام یہ ہوا کہ ایک مرتبہ ولید کے پاس قبیلہ خزاعہ کا ایک شخص تیر درست کرتا ہوا گذرا، اتفاقاً تیر کی نوک ولید کی رگِ اکحل میں چُبھ گئی اور وہ رگ کٹ گئی۔

اسود بن عبد المطلب کا انجام یہ ہوا کہ وہ ایک مرتبہ ببول کے ایک درخت کے نیچے کھڑا ہوا تھا کہ یکایک چیخ چیخ کر کہنے لگا کہ میرے بچو! مجھ کو بچاؤ، مجھ کو بچاؤ۔ لوگ بولے کہ کیا ہوا ہم کو تو کچھ نظر نہیں آتا۔ مگر وہ چیخ چیخ کر یہی کہے جاتا تھا کہ ہائے! میں مرا، ہائے!! کوئی شخص نیزے کی نوک کے کچوکے میری آنکھوں میں دے رہا ہے۔ یہی کہتے کہتے اُس کی دونوں آنکھیں پھوٹ گئیں۔

اسود بن یغوث کا انجام یہ ہوا کہ اُس کے سر میں بہت سے زخم ہو گئے اور وہ ان کی وجہ سے مر گیا۔

حارث کا انجام یہ ہوا کہ اس کے پیٹ میں زرد پانی جمع ہو گیا، حتیٰ کہ اُس کے مُنہ سے باہر نکلنے لگا اور اسی حالت میں مر گیا۔

عاص کا انجام یہ ہوا کہ ایک مرتبہ وہ گدھے پر سوار ہو کر طائف کو گیا۔ وہ گدھا شبرقہ (ایک قسم کی گھاس ہے) پر بیٹھ گیا جس کی وجہ سے اس کے پاؤں کے تلوے میں کانٹا گھُس گیا اور وہ اس کے صدمہ سے مر گیا۔

مدینہ منورہ میں قبیلہ بنو خطمہ میں عصماء نامی ایک عورت اسلامی فتوحات سے بہت زیادہ جلا کرتی تھی۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ کون ہے جو اس کا کام تمام کر

دے۔ جب سید دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم بدر تشریف لے گئے تو اس نے اسلام کے خلاف گندہ دہنی کا بہت مظاہرہ کیا۔ اسی قبیلہ میں سے حضرت عمیر بن عدی رضی اللہ عنہ نے یہ قسم کھائی کہ اگر سید دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم بدر سے کامران واپس تشریف لے آئے تو میں اس کو قتل کر دوں گا۔ چنانچہ ۲۵ رمضان المبارک کی رات کو حضرت عمیر رضی اللہ عنہ نے اس کے گھر جا کر اس کو قتل کر ڈالا اور نمازِ فجر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں پڑھنے کا شرف حاصل کر لیا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سارا واقعہ عرض کر دیا۔ جس سے خوش ہو کر سید دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

"جس نے ایسے سعادتمند کو دیکھنا ہو کہ جس نظر سے محروم نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مدد کی ہو تو وہ عمیر کو دیکھے۔" (رضی اللہ عنہ)

چونکہ حضرت عمیر رضی اللہ عنہ نورِ بصارت سے محروم تھے، اس لیے آپ کو اندھا کہنے سے منع کرتے ہوئے فرمایا کہ اب اسے عمیر البصیر کہا کرو۔ (وہ عمیر جو نورِ بصارت والا ہے)۔

آپ جب دربارِ سید دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے واپس لوٹے تو عصماء ملعونہ کو اس کے خاندان کے لوگ دفن کر رہے تھے۔ انہوں نے حضرت عمیر رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر للکارتے ہوئے یہ کہا: "کیا تو نے عصماء کو قتل کیا ہے؟"

آپ نے فرمایا میں نے ہی اسے قتل کیا ہے اور تم سے بھی کہتا ہوں کہ اگر تم وہی جرم کرو گے جو اس نے کیا ہے تو میں اکیلا تم سب کے ساتھ اس وقت تک لڑتا رہوں گا کہ یا تو تمہیں ختم کر ڈالوں اور یا خود شہید ہو جاؤں۔ مگر ان کو جرأت نہ ہو سکی۔

اس واقعہ کے بعد اس خاندان میں اسلام کی خوب اشاعت ہوئی۔ (الصارم، وفاء الوفاء)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰہِ لَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ۔ (توبہ ۶۱)

(ترجمہ) اور جو لوگ اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دکھ دیتے ہیں اُن کیلئے دردناک عذاب ہے۔

سَبّ و شتم کا معنیٰ
اور
اُس کا شرعی حُکم

عربی لُغت میں سَبّ کا معنیٰ یہ ہے کہ :۔

کسی چیز کے بارہ ایسے کلمات کہے جائیں جن سے اس چیز میں عیب، نقص پیدا ہو سکے۔ (مرقاۃ)

اور یہ معنیٰ اور مفہوم عرف کے اعتبار سے ہوگا۔ عُرف میں جس کلمے سے عیب اور ذلت مراد ہو سکے، وہ سَبّ و شتم ہی ہوگا۔

حافظ ابن تیمیہ ؒ نے فرمایا ہے :۔

جو کلام عرف میں نقص، عیب، طعن کے لیے بولی جاتی ہو وہ سَبّ و شتم ہے۔ (الصارم ص ۵۳۴)

اور یہی معنیٰ خود حدیث قدسی میں مراد لیا گیا ہے، سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے کہ :۔

—— "آدم کا بیٹا مجھے جھٹلاتا ہے حالانکہ اُسے یہ حق نہیں پہنچتا، اور میری گستاخی کرتا ہے۔ مجھے جھٹلانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ کہتا ہے کہ اللہ تعالےٰ مجھے ہرگز دوبارہ اسی حالت میں پیدا نہ فرمائے گا، حالانکہ اس کا پہلی بار پیدا کرنا مجھ پر اس کے دوبارہ پیدا کرنے سے آسان نہیں۔ (جب کچھ بھی نہ تھا تو پیدا کر دیا، اب تو اس کا بدن، اس کے ذرات سب موجود ہوں گے، یہ تو اس سے

آسان ہوگا) اور جو میری گستاخی کرتا ہے وہ اس کا یہ کہنا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے لیے اولاد بنائی ہے، حالانکہ میں وہ یکتا بے نیاز ہوں کہ نہ تو میں نے کسی کو جنا اور نہ میں کسی سے پیدا ہوا اور میرا کوئی برابر کا نہیں۔

ایک دوسرے ارشاد میں فرمایا کہ :۔

ابنِ آدم مجھے ستاتا ہے یوں کہ زمانے کو گالی دیتا ہے، برا بھلا کہتا ہے، حالانکہ زمانہ تو میں خود ہوں یعنی سارا انتظام تو میرے ہاتھ میں ہے میں ہی رات اور دن کو پلٹتا رہتا ہوں ____"

ان دونوں ارشادات سے یہ معلوم ہوا کہ خداوند قدوس سبحانہ، وتعالیٰ کی شانِ اقدس میں کوئی ایسی بات کہنی، ایسا عقیدہ رکھنا جو اس کی توحید ذاتی، صفاتی کے خلاف ہو، یہ سبّ وشتم ہی کہلائے گا۔ عام محاورہ میں جو گالی گلوچ کا مطلب لیا جاتا ہے یہ تو کوئی بہت ہی بڑا ملعون اور بدبخت ہی کہہ سکے گا۔

قرآنِ عزیز اور سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سبّ وشتم سے منع فرمایا ہے حتیٰ کہ چار پایوں کو بھی گالی دینا، اموات کو بُرا بھلا کہنا، ان سب عادات سے روکا ہے کسی بھی مسلمان کو گالی دینا فسق فرمایا ہے :۔

سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوْقٌ۔ (ترجمہ) مسلمان کو گالی دینا فسق ہے۔

حتیٰ کہ غیر اللہ کی عبادت کرنے والوں کو گالی دینے سے منع فرمایا ہے :۔

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ۔ (الانعام ۱۰۸)	اور گالی نہ دو ان کو جن کی یہ پرستش کرتے ہیں اللہ کے سوا، ورنہ وہ بے سمجھی سے زیادتی کر کے اللہ تعالیٰ کو بُرا کہیں گے۔

اس آیت میں مسلمانوں کو متنبہ فرمایا ہے کہ تم ان لوگوں کو گالی گلوچ نہ دو جو کہ اللہ کو چھوڑ کر غیر اللہ کو پکارتے ہیں، ان کی عبادت کرتے ہیں، ورنہ وہ انتقامی جواب

دیتے ہوئے تمہارے معبودِ حقیقی اللہ سبحانہٗ وتعالےٰ کی شانِ اقدس میں زبان درازی کر جائیں گے۔ تو اس کا مطلب یہ نکلے گا کہ تم خود اپنے معبودِ حقیقی سبحانہٗ وتعالےٰ کے حق میں یہ کہلوانے کا سبب بن گئے۔ جیسا کہ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام سے فرمایا کہ:۔

"تم اپنے باپوں کو گالی نہ دو۔ اس پر عرض کیا گیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا کوئی اپنے باپ کو بھی گالی دیتا ہے؟ تو آپ نے فرمایا جب وہ کسی کے باپ کو گالی دے گا تو وہ بھی انتقامی طور پر اس کے باپ کو گالی دے گا، گویا یہ خود اپنے باپ کو گالی دلوانے کا سبب بن گیا"

فقہ اسلامی میں سبّ وشتم کرنے والوں کے اقسام اور ان کی سزاؤں کو تفصیل کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔ یہاں صرف اتنی عرض ہے کہ جس نبیٔ رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر اللہ کی پرستش کرنے والوں کو بھی گالی دینے سے منع فرمایا ہے۔ ایسے مقدس اور مطہر سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف لب کشائی نہ صرف دینی جرم ہے بلکہ اخلاقی طور پر بھی سب سے بڑا جرم ہے۔

(ف) سبّ وشتم کی تشریح سے یہ بات تو واضح ہوگئی کہ جس کلمے سے اشارۃً بھی گستاخی کا ظہور ہو وہ کہنا جرم ہے۔

حتّٰی کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اب مدینہ کو یثرب کہنے والا بھی توبہ کرے اور صدقہ دے تاکہ یہ غیر ارادی بے ادبی بھی معاف ہو جائے۔

(تذکرہ دیارِ حبیب)

(ف) یثرب کہتے ہیں کلر والی زمین کو جو کہ ردّی ہوتی ہے مگر اب تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے یہ مدینۃ المنورہ بن گیا۔

سیدِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا فیصلہ اور اجماعِ صحابہ

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دستِ مبارک سے ابن اخطل مُرتد کو قتل فرمایا۔

ایک یہودی عورت سیّدِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ رفیع میں گندہ دہن تھی ایک مسلمان نے اس کا گلا گھونٹ کر ختم کر دیا، سیدِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے باز پرس نہ فرمائی۔

اِسی طرح خود سیدِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے گستاخوں کو قتل کرنے کا حکم فرمایا جس پر صحابۂ کرام نے عمل کیا تو حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے خوشی کا اظہار فرمایا۔

ایک عورت اسی طرح بدزبان تھی تو حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کون ہے جو اس کا میری طرف سے کام تمام کر ڈالے، تو اسی کی قوم کے ایک مرد نے اسے قتل کر ڈالا، حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کے قتل پر کوئی توجہ بھی نہ کرے گا۔ (یعنی کوئی افسوس کرے گا)

علیٰ ھٰذا القیاس دسؔ سے زیادہ احادیث میں ایسے واقعات کا ذکر ہے اور ایسے شخص کے قتل پر صحابۂ کرام کا اجماع ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُس مرد کو قتل کر ڈالا تھا جو سیدِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی کی شانِ رفیع پر حملہ کرتا تھا، پھر خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی نے یہ حکم صادر فرمایا کہ :۔

"جو آدمی اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی بھی نبی علیہ السلام کی شان میں گستاخی کرے تو اسے قتل کر دیا جائے"۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا :۔

"جو مسلمان اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی بھی نبی علیہ السلام کی شان میں گستاخی کرے تو گویا اس نے سیدِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم

کی شانِ رفیع میں گستاخی کی اور وہ مرتد ہو گیا، اگر جلدی توبہ کر لے تو بہتر ورنہ قتل کر دیا جائے گا۔"

"اسی طرح جو غیر مسلم ذمی ان امور کا ارتکاب کرے گا اس سے ذمہ ٹوٹ جائے گا اس لیے اس کو قتل کر دو۔"

اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے یہ واقعہ نقل فرمایا ہے کہ :-

"حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما تشریف فرما تھے کہ آپ کے قریب سے ایک راہب (عیسائی درویش) گذرا تو کسی نے کہا کہ یہ سیّدِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ رفیع میں گستاخی کرتا ہے، آپ نے فرمایا اگر مَیں نے سن لیا تو اسے ضرور قتل کر ڈالوں گا۔ ہم نے ان کو امان اس شرط پر دی ہے کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں گستاخی نہ کریں گے۔"

اسی طرح دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار (روایات) بہت زیادہ نقل کیے گئے ہیں اور سب ائمہ کا اس گستاخ کے قتل پر اجماع ہے یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعینِ عظام رحمہم اللہ سب کا اجماع ہے۔ (زاد المعاد جلد ۳ صفحہ ۲۵۸)

ف :- اگرچہ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن عام معافی کا اعلان فرمایا تھا مگر مندرجہ ذیل بدبختوں کے نام لے کر ان کے قتل کرنے کا حکم فرمایا اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا اگرچہ یہ لوگ امان کے لیے بیت اللہ کے پردوں کے نیچے بھی پائے جائیں :-

حویرث بن نقیل، ھلال بن خطل، ھبار بن الاسود، مقیس بن صبابہ، عبداللہ بن ابی سرح اور ابن خطل کی ان دو لونڈیوں کو بھی قتل کر دیا جائے جو سیدِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اشعار گایا کرتی تھیں اور خاندان بنو مطلب کی ایک لونڈی سارہ کو بھی قتل کر دیا جائے۔ (مختصر سیرۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم صفحہ ۳۴۴)

اُمّتِ محمّدیہ کا اجماع

جو مسلمان کسی بھی طریقہ پر سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین اور گستاخی کا مُرتکب ہوگا وہ کافر ہو جائے گا، اس کے کفر پر سب أئمہ کا اجماع ہے :۔

قَالَ الْقَاضِيْ عِيَاض اَجْمَعَتِ الْاُمَّةُ عَلٰى قَتْلِ مُنْتَقِصِهٖ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَسَابِّهٖ وَكَذٰلِكَ عَنْ غَيْرِ وَاحِدٍ الْاِجْمَاعُ عَلٰى قَتْلِهٖ وَتَكْفِيْرِهٖ۔

قاضی عیاض نے فرمایا ہے کہ تمام اُمّت کا اس امر پر اجماع ہے کہ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص کرنے والے اور گستاخی کرنے والے مسلمان کو قتل کر دیا جائے اور اسی طرح سب کا اجماع ہے کہ وہ کافر ہو گیا۔

قَالَ الْاِمَامُ اِسْحٰقُ بْنُ رَاهْوَيْهِ اَحَدُ الْاَئِمَّةِ الْاَعْلَامِ اَجْمَعَ الْمُسْلِمُوْنَ عَلٰى اَنَّ مَنْ سَبَّ اللّٰهَ اَوْ سَبَّ رَسُوْلَهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْ دَفَعَ شَيْئًا مِّمَّا اَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ اَوْ قَتَلَ نَبِيًّا مِّنْ اَنْبِيَاءِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فَاِنَّهٗ كَافِرٌ بِذٰلِكَ وَاِنْ كَانَ مُقِرًّا مَّا اَنْزَلَ اللّٰهُ۔

امام اسحاق بن راہویہ نے (جو بہت بڑے امام اور عالم ہیں) یہ کہا ہے کہ جس نے اللہ تعالٰے یا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں گستاخی کی یا اللہ تعالٰے کے نازل کردہ احکام میں سے کسی کا انکار کیا یا کسی سچے نبی علیہ السلام کو قتل کیا تو وہ کافر ہو جائے گا اگرچہ باقی سب احکام کو مانتا ہو۔

— — — — — — —

— — — — — — — —

قَالَ الْخَطَّابِيُّ لَا اَعْلَمُ اَحَدًا

خطابی نے کہا ہے کہ اہل اسلام میں

مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ اِخْتِلَافَ فِیْ وُجُوْبِ قَتْلِہٖ۔

سے کسی نے بھی اس کے قتل کرنے سے اختلاف نہیں کیا۔

وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ سَحْنُوْنَ اَجْمَعُ الْعُلَمَاءُ عَلٰی اَنَّ شَاتِمَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالْمُنْتَقِصَ لَہٗ کَافِرُ الْوَعِیْدِ جَاءَ عَلَیْہِ بِعَذَابِ اللّٰہِ لَہٗ وَحُکْمُہٗ عِنْدَ الْاُمَّۃِ الْقَتْلَ وَمَنْ شَاکَ فِیْ کُفْرِہٖ وَعَذَابِہٖ کَفَرَ۔

امام محمد بن سحنون نے کہا ہے کہ سب علماء کا اس امر پر اجماع ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا شاتم کافر ہے اور اس پر اللہ تعالےٰ کا عذاب ہے اور امت کے ہاں وہ واجب القتل ہے، جو آدمی اس کے کفر میں شک کرے گا وہ بھی کافر ہو جائے گا۔

اِنَّ السَّابَ اِنْ کَانَ مُسْلِمًا فَاِنَّہٗ یَکْفُرُ وَیُقْتَلُ بِلَا خِلَافٍ وَھُوَ مَذْھَبُ الْاَئِمَّۃِ الْاَرْبَعَۃِ۔

(الصارم ص ۵)

اگر وہ گستاخ مسلمان ہے تو کافر ہو جائے گا اور اُسے قتل کر دیا جائے گا یہی چاروں ائمہ (امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام مالک، امام احمد ابن حنبل علیہم الرحمۃ) کا مذہب ہے۔

بلکہ امت کا اجماع اس بات پر بھی ہے کہ اگر کسی بدبخت نے توہین کرتے ہوئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر مبارک کو میلا کہہ دیا تو وہ بھی کافر ہے اور واجب القتل ہے۔

وَرَوٰی اِبْنُ وَھْبٍ عَنْ مَالِکٍ مَنْ قَالَ اِنَّ رِدَاءَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَرُوِیَ بُرْدَہٗ وَسِخٌ وَاَرَادَ بِہٖ عَیْبَہٗ قُتِلَ۔

(الصارم ص ۵۲۹)

اگر کسی گستاخ نے بطور عیب اور بے عزتی کے یہ کہا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر مبارک میلی تھی تو وہ بھی واجب القتل ہے۔

چند تاریخی واقعات

اگرچہ سب کتب تفسیر، حدیث اور فقہ میں ایسے بدبخت کے لیے احکام موجود ہیں مگر بعض علماء کرام اور ائمہ عظام نے ادھر خصوصی توجہ فرما کر اس جرم کے مرتکب کے لیے مستقل کتابیں تالیف فرمائی ہیں جیسا کہ:۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے الشفاء (جس کی تشریح پہلے گذر چکی ہے) میں یہ فرمایا ہے کہ:۔

أَجْمَعَ عَوَامُّ أَهْلِ الْعِلْمِ عَلَى أَنَّ مَنْ سَبَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقْتَلُ...... وَحُكْمُهُ عِنْدَ الْأُمَّةِ كَالزِّنْدِيقِ...... وَمَنْ شَكَّ فِي كُفْرِهِ وَعَذَابِهِ كَفَرَ۔

(الشفاء، ج ۲ ص ۱۹۰)

تمام اہل علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ جو کوئی حضور سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرے گا اُسے قتل کر دیا جائے گا اور وہ امت کے ہاں زندیق ہے اور جو اس کے کفر اور اس کے عذاب میں شک کرے گا وہ بھی کافر ہو جائے گا۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر چند تاریخی واقعات بیان فرمائے ہیں:۔

(۱) خالد بن الولید رضی اللہ عنہ نے مالک بن نویرہ کو سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں عن صاحبکم کہنے کی وجہ سے قتل کر ڈالا تھا۔

یعنی ـــــ بجائے اس کے کہ وہ یوں کہتا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، اُس نے یوں کہا "تمہارے ساتھی کی یہ بات ہے"! بجائے رسول اللہ کے، تمہارا ساتھی کہنا گستاخی ہے۔

(۲) اُندلس کے ایک مُلحد نے ایک مناظرہ میں سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے

بارہ میں تمسخر اور استہزاء کرتے ہوئے آپ کو یتیم، حضرت علی کا خسر کہا اور یہ کہا کہ چونکہ آپ مادی طور پر قلاش اور مفلس[1] تھے اس لیے بھوکے رہے، اگر آپ کی طاقت ہوتی تو دنیاوی لذائذ خوب اڑاتے۔ وغیرہا۔

اس گندہ ذہنی پر اندلس کے سب فقہاء اور علماء نے اس کے قتل کرنے کا حکم دیا تھا۔

(۳) قیروان کے ایک شاعر نے اپنی نظموں میں سید دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ استخفاف کیا تو تمام فقہاء نے اجماعی طور پر اس کے قتل کا حکم دیا، اسے پہلے چھریوں کے ساتھ زخمی کیا گیا، پھر صلیب پر الٹا لٹکایا گیا، پھر اتار کر جلا دیا گیا۔

(الشفاء، جلد۲ صـ۱۹۲)

اسی واقعہ کے بعض مؤرخوں نے کہا ہے کہ جب صلیب سے اس کی لاش زمین پر پھینکی گئی تو خود بخود اس کا چہرہ قبلہ سے مڑ گیا۔ اتنے میں ایک کتے نے آکر اس کی لاش سے رسنے والے خون کو چاٹ لیا۔

اس وقت کے عظیم محدث یحییٰ بن عمر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ارشاد سید دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ کسی مومن کے خون کو کتا نہیں چاٹ سکتا۔ (معلوم ہوا یہ کافر ہے) ـــــ (الشفاء جلد۱ صـ۱۹۲)

(۴) اسی طرح امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں ایک ذمی نے ایسی گستاخی کی تھی تو اسے قتل کیا گیا۔

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس موضوع پر ایک مفصل کتاب لکھی ہے جس کا نام الصارم المسلول علی شاتم الرسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے، یہ کتاب ایک جامع اور

---

[1] سید دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فقر اختیاری تھا نہ کہ اضطراری۔ اگر آپ چاہتے تو سارا مکہ سونے چاندی میں تبدیل ہوتا۔ (از افادات حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ)

مدلل کتاب ہے۔ برصغیر میں پہلی بار دائرۃ المعارف النظامیہ حیدر آباد دکن نے اس کی اشاعت کا شرف حاصل کیا، یہ کتاب ۶۰۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ بعد میں آنے والے تقریباً تمام فقہاء نے اس مسئلہ پر اس سے راہنمائی حاصل کی ہے۔ دورِ آخر کے حنفی فقیہ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب کا وہ نسخہ بھی دیکھا ہے جو حافظ ابنِ تیمیہ علیہ الرحمۃ کے قلم سے ہے۔ (شامی، جلد ۳ ص ۴۰۲)

بہتر ہے کہ اس کتاب کی وجہِ تالیف پر بھی کچھ روشنی ڈالی جائے:۔

"سویدا کے ایک عیسائی نے جس کا نام عساف تھا سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں گندہ ذہنی کا مظاہرہ کیا اور اس کے بعد ابن احمد بن کے ہاں جا کر پناہ طلب کر لی جو کہ آلِ علی کا امیر تھا۔ لیکن امام ابن تیمیہ اور شیخ زین الدین فاروقی (رحمہم اللہ) نے اسلامی حکومت کے وزیرِ اعظم عز الدین ایبک کے پاس جا کر سارا ماجرا سنا دیا، چنانچہ عز الدین نے وہ عیسائی ان کے حوالہ کر دیا، واپسی پر راستہ میں مسلمانوں نے اُسے پتھروں سے مارا، جس کی شکایت اُس عیسائی نے عز الدین کے پاس جا کر فریاد کی، تو اس نے امام ابن تیمیہ اور زین الدین (رحمہم اللہ) دونوں کو قید کر ڈالا اور وہ عیسائی کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا، جس پر عز الدین نے اس کو امن دے دیا، اس کے بعد ان دونوں حضرات کو جیل سے آزاد کر دیا، مگر وہ عیسائی شام سے حجاز آ رہا تھا کہ مدینہ منورہ کے قریب اُسے اس کے بھتیجے نے قتل کر ڈالا۔ چونکہ اُس وقت کی حکومت نے اس ذمی کے اسلام لے آنے کی وجہ سے اُس کے اِس جرمِ عظیم کو معاف کر دیا تھا، اس لیے امام ابن تیمیہؒ نے یہ عظیم کتاب لکھی جس میں یہ ثابت کیا کہ ایسے گندہ ذہن گستاخ کی توبہ قبول نہیں ہوتی۔"

شرعی فیصلہ کا خلاصہ

جب کوئی مسلمان خداوند قدوس کی شان میں یا انبیاء علیہم السلام کی شان میں یا سید دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی اور بے ادبی کا ارتکاب کرے تو وہ کافر ہو جاتا ہے، جس کے کفر پر سب ائمہ اور فقہاء کا اجماع ہے۔

قرآنی آیات کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ بقول علامہ ابن القیم علیہ الرحمۃ گیارہ احادیث سے اس کا کفر ثابت ہے۔ اس کے کافر ہونے اور واجب القتل ہونے میں کسی کا بھی اختلاف نہیں۔ البتہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ اگر وہ توبہ کرے تو اس کی توبہ قبول ہے یا کہ نہیں۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک یہ ہے کہ اس کی توبہ قبول نہیں اسے ہر حال میں قتل کر دیا جائے۔ ان کے دلائل کتاب الشفاء اور الصارم المسلول میں مذکور ہیں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک یہ ہے کہ اس کی توبہ قبول کی جا سکتی ہے جس کے دلائل السیف المسلول نامی کتاب میں مذکور ہیں۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک یہ ہے کہ اس کی توبہ قبول ہے۔ بلکہ بعض فقہاء مثلاً علامہ کاسانی حنفی (م ۵۸۷ھ) رحمۃ اللہ علیہ نے البدائع والصنائع[1] میں فرمایا ہے کہ بہتر ہے اسے توبہ کے لیے کہا جائے اور تین دن مہلت دی جائے، اگر وہ توبہ کر لے تو اسے قتل نہ کیا جائے اور اس کے ساتھ وہی برتاؤ کیا جائے جو کسی مرتد کے اسلام لانے کے بعد کیا جاتا ہے، اور اگر توبہ نہ کرے تو اسے قتل کر دیا جائے۔ اگر توبہ کے بعد وہ اصلاح پذیر ہو

---

[1] جلد ۷ ص ۱۳۴

جائے اور ان اقوال اور اعمال سے کنارہ کر کے اپنے اعمال اور اقوال سے اپنے آپ کو سچا کھرا محمدی مسلمان ثابت کرے تو بہتر ورنہ اُسے بجبر قتل کر دیا جائے۔ یہی حکم سلطنتِ عثمانیہ حنفیہ کے سابق فرمانروا سلطان سلیمان خان مرحوم نے سنہ ۹۴۴ھ میں اپنی مملکت کے تمام قاضیوں کو بھیجا تھا۔[1]

اسی طرح اگر کسی نے سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین اور گستاخی کو اپنا شیوہ بنا لیا ہو تو وہ بھی قتل کر دیا جائے اگرچہ وہ بدبخت عورت ہی کیوں نہ ہو۔ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ۔۔۔۔آجکل اسی پر فتویٰ دیا جائے۔۔۔۔

اسی طرح اگر کسی نے نشے کی حالت میں سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے شان اقدس میں گستاخی کے کلمات کہے تو اُسے بھی قتل کر دیا جائے گا۔[2]

چونکہ اسلام تمام انبیاء علیہم السلام کے تقدس اور ان کی عظمت کا محافظ ہے اس لیے اگر کوئی بدبخت کسی بھی نبی علیہ السلام کی توہین کرے تو اسے بھی قتل کر دیا جائے گا، جیسا کہ:۔

"بکر نامی ایک یہودی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں کہا تھا کہ آپ گناہ کی پیداوار ہیں (نعوذ باللہ منہ) تو دولتِ عثمانیہ کے مفتی ابوالسعود رحمۃ اللہ علیہ نے اُسے قتل کرنے کا حکم صادر فرمایا تھا۔" (رسائل شامی)

"اسی طرح اگر کوئی بدبخت کسی ایک سچے نبی کا انکار کرے یا کسی نبی علیہ السلام کی عصمت پر حملہ کرے یا کسی نبی علیہ السلام کے طرزِ حیات کو غلط کہے، وہ کافر ہو جائے گا۔" (رسائل شامی ص ۳۲۵)

---

[1] تنبیہ الولاۃ والحکام ص ۳۴۸ [2] شامی، جلد ۳ ص ۴۰۲

تنبیہ

امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ :۔

"اگرچہ ایسے آدمی کی توبہ قبول کی جائے گی اور وہ قتل ہونے سے بچ جائے گا، اور سچی توبہ کی برکت سے قیامت کے عذاب سے بھی بچنے کی امید ہو سکتی ہے۔ مگر پھر بھی یہ اس قدر عظیم جرم ہے کہ ایسے آدمی کا خاتمہ بُرا ہو سکتا ہے، بلکہ ہمیں ایسی اطلاع بھی ملی ہے کہ کچھ ایسے لوگوں کا خاتمہ اچھا نہیں ہوا۔"

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایسی خطاؤں سے محفوظ رکھے۔ آمین

اور اگر یہ مجرم غیر مسلم ذمی ہے یعنی اس کو اسلامی مملکت میں اس شرط پر قیام کی اجازت اور امن ہے کہ وہ اسلام کے خلاف لب کشائی نہ کرے گا اور نہ ہی کوئی ایسی سازش کرے گا جو مملکت کے خلاف ہو۔ تو اب اُس کا عہد ٹوٹ جائے گا اسلامی حکومت اس عہد کی پابند نہ رہے گی بلکہ اُس کو قتل کر دیا جائے گا۔

قرآن عزیز میں ہے :۔

وَإِنْ نَّكَثُوْٓا أَيْمَانَهُمْ مِّنْ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوْٓا أَئِمَّةَ الْكُفْرِ إِنَّهُمْ لَآ أَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ ٥
(سورۃ التوبہ ۱۲)

اگر وہ عہد کرنے کے بعد اپنی قسمیں توڑ دیں اور تمہارے دین میں عیب نکالیں تو کفر کے سرداروں سے لڑو اُن کی قسموں کا کوئی اعتبار نہیں تاکہ وہ باز آئیں۔

حضرت شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تفسیر میں فرمایا :۔

"اگر ثابت ہو ایک کافر عیب دیتا ہے ہمارے دین کو وہ

ذمی نہ رہا۔"

اس سے بڑھ کر دینِ اسلام پر اور کون سا حملہ ہوگا کہ کوئی غیر مسلم سید دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں گستاخی کرے۔ اورنگ زیب عالمگیر کے استاذ ملّا جیون رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تفسیر میں فرمایا :۔

"اس میں کوئی شک نہیں کہ دینِ اسلام پر سب سے بڑا طعن اور حملہ یہ ہے کہ سید دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں گستاخی کی جائے، کیونکہ اس سے شریعتِ محمدیہ کی توہین اور سارے اسلام کی بے حُرمتی ہے، اس لیے اس زمانہ میں علماء کو اسی پر فتویٰ دینا ضروری ہے۔" (تفسیر احمدی)

(ف) اس آیت کریمہ میں کفر کے سرداروں کے ساتھ لڑنے کا حکم اس لیے ارشاد فرمایا کہ معاہدہ تو کسی قوم، قبیلہ کے سرکردہ لوگوں ہی کے ساتھ ہوا کرتا ہے۔ اس لیے کسی قوم کے کسی فرد کا اتنا بڑا جرم کرنا ان ہی کی شرارت سمجھی جاتی ہے اور ایسے ہی لوگ ایسا جرم کیا کرتے ہیں، جیسا کہ برصغیر میں آریہ دھرم والوں میں سے راجپال اور جے پال ہی ایسے ملعون تھے جن کو غازی قاضی عبدالرشید دہلوی اور غازی علم الدین شہید لاہوری نے عشقِ نبوی میں سرشار ہو کر قتل کر دیا تھا ؎

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

اسلامی حکومتوں کا اوّلین فریضہ

جس اسلامی ملک میں شاتم رسول صلی اللہ علیہ وسلم پایا جائے اُس اسلامی حکومت کا فریضہ ہے کہ وہ اُس شاتم کو اور اُس کے تمام پیروکاروں کو نیست و نابود کردے۔ کیونکہ اسلامی حکومت اسی مقدس ذات عالی صفات صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت، تعلیمات کے تحفظ کے لیئے بنائی جاتی ہے۔ ورنہ ایسی حکومت کو کبھی بھی استحکام حاصل نہ ہوگا اور دن بدن زوال پذیر ہوتی جائے گی۔ کیونکہ جب کافروں کی حکومت میں سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف لب کشائی کی جاتی ہے اور وہ اس کا انسداد نہیں کرتے تو وہ حکومت مٹ جاتی ہے۔ حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ:۔

"جس قلعہ یا بستی کے غیر مسلم سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں لب کشائی کرتے ہیں، وہ جلد ہی شکست کھا کر مسلمانوں کے قبضہ میں آجاتے ہیں۔ ایسے کئی واقعات تاریخ میں موجود ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کو کبھی تو آسمانی عذاب کا شکار کردیتے ہیں اور کبھی مسلمانوں کے ہاتھوں ان کو ذلیل کردیتے ہیں"۔ (الصارم ص ۱۱۶ و تنبیہ الولاۃ ص ۳۲۵)

اور تاریخ برصغیر میں اس کی تصدیق انگریزی حکومت کے قلع قمع سے ہوسکتی ہے لوگ اس کی وجہ کچھ بھی کہیں، ہمارے عقیدہ میں انگریزی حکومت کے زوال کا اصلی سبب مرزا قادیانی کی سرپرستی اور اس کی نازبرداری ہے۔ وہ انگریز جس کے

حکومت میں سورج غروب نہیں ہوتا تھا آج سمٹ کر صرف انگلستان میں محدود ہوگئی ہے، اور وہاں بھی انجام کا کیا پتہ ہے؟

اس کی وضاحت یوں کی جاسکتی ہے کہ جب انگریز یہاں (برصغیر میں) آیا تو اس نے تاجرانہ لباس میں ایسٹ انڈیا کمپنی کا روپ دھارا اور تھوڑے ہی عرصہ میں اس ملک پر مکارانہ، جابرانہ اور ظالمانہ طور پر قبضہ کرلیا جس پر تقریباً آٹھ سو سال سے مسلمانوں کی حکومت تھی۔ انگریز کا قبضہ مکمل ہونے سے پہلے ہی علماء حق نے ہندوستان کو دارالحرب قرار دیتے ہوئے جہاد کو فرض قرار دیا۔ عیسائی جانتے تھے کہ اگر مسلمانوں میں یہ جذبۂ جہاد اسی طرح بڑھتا گیا تو ان کی حکومت ختم ہوجائے گی اور اتنا بڑا ملک ان کے ہاتھ سے نکل جائے گا۔ چنانچہ مرزا قادیانی سے جہاد کو حرام کرانے کا کام لیا گیا اور اس مذموم مقصد کے لیے اپنے اُس نبی علیہ السلام کی توہین اور تذلیل کرائی گئی جن کی امت ہونے کا انگریزوں کو دعوٰے تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی سزا یہ دی کہ نہ صرف برصغیر اُن کے ہاتھ سے نکلا بلکہ تمام دُنیا سے ان کی حکومت ختم ہوگئی، اور اب خود انگلستان میں بھی خطرہ ہوسکتا ہے کہ قادیانی خلیفہ اور اس کی ذُریت انگریزوں کے زیرسایہ آرام اور امن سے روح اللہ عیسٰی علیہ السلام کی توہین کر رہی ہے۔

تنبیہ:۔ مرزا قادیانی نے حضرت عیسٰی علیہ السلام کے بارہ میں جو گستاخی کی ہے اُس کا ایک نمونہ درج ہے:۔ (نقلِ کُفر کُفر نہ باشد)

"آپ کا خاندان بھی نہایت پاک اور مطہر ہے۔ تین دادیاں اور نانیاں آپ کی زنا کار اور کسبی عورتیں تھیں جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہُوا مگر شاید یہ بھی خدائی کے لیے ایک شرط ہوگی..... آپ کا کنجریوں سے میلان اور صحبت بھی شاید اسی وجہ سے کہ جدّی مناسبت

درمیان ہے۔" (ضمیمہ انجام آتھم ص۶، شائع کردہ قادیان ۱۹۲۲ء)

خود ہمارے وطن عزیز پاکستان میں جس دن سے ظفر اللہ قادیانی کو وزارت خارجہ کا قلمدان عطا کیا گیا اور قادیانیوں کو عزت کی نگاہ سے دیکھا گیا اور ان کی ہر طرح عزت افزائی کی گئی، اُس دن سے پاکستان میں اقتدار کی ایسی جنگ شروع ہے جو ختم ہونے کو نہیں آتی۔ اور یہ کیفیت اُس وقت تک جاری رہے گی جب تک اس شاتم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کو جڑ سے نہ اکھیڑا جائے گا۔ جس کے سامنے یہ کتبہ پڑھا گیا اور وہ اسے اپنے گھر لے گیا اور وہ آج بھی قادیانی لٹریچر میں موجود ہے۔

محمد پھر اُتر آئے ہیں ہم میں
بہت پہلے سے بڑھ کر اپنی شان میں
محمد دیکھنے ہوں جس نے اکمل
غلام احمد کو دیکھے قادیان میں

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھنے والے ہر اُمتی کو ان (قادیانیوں) سے تعلقات منقطع کرنے ضروری ہیں ورنہ وہ خاتمہ بالایمان اور شفاعت سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے محروم رہے گا۔

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے مسلمان بادشاہوں اور سربراہوں کو ایسے مجرم کے صفحۂ ہستی سے مٹانے کے لیے متوجہ کرتے ہوئے ایک جامع کتاب لکھی ہے جس کا نام کتاب تنبیہ الولاۃ والحکام علی احکام شاتم خیر الانام ہے۔ جس کے کچھ ضروری حوالے اس کتاب میں درج کر دیئے گئے ہیں۔

واللہ الموفق والمعین

عفو و کرم اور اُسکے حدود

بعض دفعہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اگر ایسے گستاخ اور مجرم کو معاف کر دیا جائے، درگذر کیا جائے تو یہ طرزِ عمل اللہ تعالیٰ کی رحمت اور سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت کے عین مطابق ہے۔

مگر یہ بھی ایک ذہنی یا دینی مغالطہ اور اسلامی نظامِ شفقت اور رحمت سے ناواقفیت کی وجہ سے ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ الرحمٰن، الرحیم، الغفار، الغفور، العفو، الکریم بلکہ الحلیم بھی ہے۔ اور سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین ہیں۔ آپ کو بھی قرآنِ عزیز نے رحیم، رؤف اور کریم کے القاب سے نوازا ہے۔ اس رحمت اور عفو و کرم کا مطلب یہ ہے کہ کسی انسان، کسی معاشرہ سے ایسا گناہ سرزد ہو جائے جس سے کسی دوسرے انسان یا معاشرہ کی جان، مال، عزت اور حفاظت پر اثر نہ پڑتا ہو نہ ہی اسلامی عقائد کی بنیاد متزلزل ہونے کا خطرہ ہو، اُسے معاف کر دینا ہی بہتر ہے۔ جیسا کہ کسی انسان سے گناہ ہو گیا اور اُس نے معافی مانگ لی، استغفار کر لیا، تو فرمایا۔

أَنِّي أَنَا الْغَفُورُ الرَّحِيمُ۔ (الحجر ۴۹)	بیشک میں ہی بخشنے والا مہربان ہوں۔

مگر کسی انسان نے اللہ تعالیٰ کے شریک ٹھہرا لیا، تو ایسے مجرم کو متنبہ کرتے ہوئے فرمایا۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ۔ (النساء ۴۸)	اللہ تعالیٰ نہیں بخشتا اس بات کو کہ شریک ٹھہرایا جائے اس کے ساتھ کسی کو۔

اسی رحیم اور کریم خداوند تعالیٰ نے کفار اور مشرکین کے ساتھ جہاد کا حکم بھی فرمایا کہ رحمٰن اور کریم کے منکروں کا قلع قمع کرنا بھی کائنات پر رحم و کرم ہے۔ اور سب سے بڑی تدبیر

اور سب سے بڑا عدل وہ حکم ہے جو اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالےٰ سے بڑھ کر نہ تو کسی کا علم ہے اور نہ اس سے بڑھ کر کوئی حکم ہے اور نہ ہی اس سے بڑھ کر کوئی رحیم ہے۔ اس لیے اس کے کسی حکم کو رحم وکرم، عفو ودرگذر کے خلاف قرار دینا بالفاظِ دیگر اُس کی ان صفات کا انکار کرنا ہے جو اللہ تعالےٰ نے فرمائی ہیں۔ اسی حکمت کی وجہ سے مجرم کو شرعی سزا دیتے وقت کسی قسم کی نرم دلی اور شفقت کا اظہار کرنے سے منع فرمایا:۔

وَلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ۔ (پ ۱۸، سورۃ النور، ۲)	اور نہ آئے تم کو ان پر ترس اللہ کے حکم چلانے میں اگر تم یقین رکھتے ہو اللہ پر اور آخری دن پر۔

جس مجرم کو شریعت نے سزاوار ٹھہرا کر اس پر حدود نافذ کرنے کا حکم دیا ہے ایسے مجرم کے ساتھ نرم دلی کا مظاہرہ اللہ تعالےٰ اور قیامت پر ایمان کے منافی ہے۔

اسلامی حدود کا عمومی رحم وکرم

اللہ تعالےٰ اور اس کے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حدود مقرر فرمائی ہیں اُن میں سراپا امن اور رحمت وشفقت ہے۔ اسلام ایسے امن کا داعی ہے جس میں انسان کی جان، مال، عزّت کا تحفّظ ہے۔ تو اگر ایک یا چند انسانوں پر حدود نافذ کرنے سے باقی سارے ملک، معاشرہ میں امن قائم ہو جائے تو اس سے بڑھ کر رحمت اور شفقت کیا ہو سکتی ہے۔ تحفّظِ نفس کے بارہ میں کس قدر جامع ارشاد فرمایا:۔

مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ	جو کوئی قتل کرے ایک جان کو بلا عوض جان کے یا بغیر فساد کرنے کے ملک میں تو گویا قتل کر ڈالا اس نے

جَمِيعًا ۝ (پ۶، سورۃ المائدہ، آیت ۳۲) | سب لوگوں کو۔

اب اگر ایک قاتل کو قصاص میں قتل کر دیا گیا جس سے معاشرہ بلکہ سارے انسان امن اور عافیت میں ہوں گے تو یہ تمام انسانوں پر رحم و کرم ہے، بجائے ایسے خونخوار پر رحم و کرم کر کے اسے مزید فساد اور تباہی پر آمادہ کر دیا جائے۔ اسی طرح تمام حدود کی حکمت بھی انسانیت پر رحم و کرم ہے۔ نبی رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان کی جان، مال، عزت کے تحفظ کے لیے حدود کا نفاذ فرمایا ہے۔ قصاص لینے سے مسلمانوں کی زندگی محفوظ ہو جاتی ہے، ارشاد فرمایا:۔

وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يَّا أُولِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝ (سورۃ البقرہ ۱۷۹) | اور تمہارے لیے بدلہ لینے میں زندگی ہے اے عقل والو تاکہ تم بچتے رہو۔

مسلمان کے مال کو محفوظ کرنے کے لیے چور کا ہاتھ کاٹ دینے کا حکم فرمایا اور ڈاکہ ڈالنے والے گروہ کو جس نے علاقہ کا امن برباد کیا ہو اس کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ لڑنے والا قرار دے کر مختلف سنگین سزائیں ارشاد فرمائیں۔ چور کے بارہ میں فرمایا:۔

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا جَزَاءً بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝ (پ۶، سورۃ المائدہ آیت ۳۸) | اور چوری کرنے والا مرد اور چوری کرنے والی عورت ان دونوں کے ہاتھ کاٹ ڈالو، یہ بدلہ ہے ان کے اس کام کا اور سزا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور اللہ تعالیٰ غالب ہے اور حکمت والا ہے۔

ڈاکہ ڈالنے اور ملک میں بدامنی پھیلانے والوں کے بارہ میں ارشاد فرمایا:۔

إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ | ان کی یہی سزا ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں اور ملک میں فساد

فَسَادًا اَنْ یُّقَتَّلُوْٓا اَوْ یُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَیْدِیْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ یُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ؕ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْیٌ فِی الدُّنْیَا وَلَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ۝

(پ۶ سورۃ المائدہ ۳۳)

کرنے کو دوڑتے ہیں یہ کہ انہیں قتل کر دیا جائے یا وہ سولی پر چڑھائے جائیں یا ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف جانب سے کاٹے جائیں یا وہ جلاوطن کر دیئے جائیں یہ ذلت ان کے لیے دنیا میں ہے اور آخرت میں ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔

مسلمان کی عزت کو داغدار بنانے والے تہمت لگانے والے کیلئے حدِ قذف بیان کرتے ہوئے فرمایا:۔

وَالَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ یَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِیْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا وَّاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝

(پ۱۸ سورۃ النور، آیت ۴)

وہ لوگ جو پاک دامن پر تہمت لگاتے ہیں اور پھر چار گواہ نہیں لاتے تو انہیں اسّی دُرّے مارو اور کبھی اُن کی گواہی قبول نہ کرو اور وہی لوگ نافرمان ہیں۔

مسلمانوں کی عزت اور ناموس کو تباہ کرنے والے بدکردار مرد اور عورت کے بارہ میں ارشاد فرمایا:۔

اَلزَّانِیَةُ وَالزَّانِیْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ۔

(پ۱۸، سورۃ النور، آیت ۲)

بدکار عورت اور بدکار مرد سو دونوں میں سے ہر ایک کو سو سو دُرّے مارو۔

جو لوگ اس سزا پر ترس کھا رہے ہیں، یہ بات دین کے خلاف ہے کیونکہ ایسا مجرم تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مخالف ہے، اور وہ

سب سے زیادہ ذلیل ہے۔ اس پر ترس کھانا بھی ذلت کا کام ہے، ارشاد فرمایا:۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗۤ اُولٰٓئِكَ فِی الْاَذَلِّیْنَ ○ (پ ۲۸، سورۃ المجادلہ، آیت ۲۰)	جنہوں نے اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی یہی لوگ ذلیلوں میں ہیں۔

جس نے اللہ تعالےٰ کا مقابلہ کیا، اللہ تعالےٰ کی حدوں کو توڑا، اُس کو قرآنِ عزیز ذلیل نہیں بلکہ اَذَلّ سب سے زیادہ ذلیل فرما رہا ہے۔ تو اذل کے ساتھ عزت کا برتاؤ کرنا، رحم وکرم کرنا اللہ تعالےٰ کے دشمن کی عزت کرنا ہے، حالانکہ ایماندار کی علامت تو یہ ہے کہ:۔

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ۔ (پ ۲، سورۃ البقرہ آیت ۱۶۵)	اور وہ لوگ جو ایمان لائے ان کی محبت اللہ تعالیٰ کیساتھ سب سے زیادہ ہے اور ایمان والوں کو تو اللہ ہی سے زیادہ محبت ہوتی ہے۔

جب مومن کی محبت اللہ تعالےٰ کے ساتھ سب سے زیادہ ہے تو اس کا اثر یہ ہونا چاہیئے کہ وہ اللہ تعالےٰ کے دین کی حفاظت کرے اور اس کی محبت کے مقابلہ میں کسی کی محبت، کسی کی شفقت اور کسی بھی مصلحت کو قبول نہ کرے۔
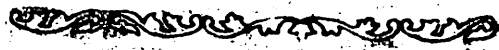
رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اُسوۂ حسنہ

نبیٔ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف میں پتھر مارنے والوں کے لیے بددُعا نہیں فرمائی بلکہ اُن کے لیے دُعاءِ ہدایت فرمائی کہ وہ جسدِ اطہر کا ذاتی معاملہ تھا، لیکن جہاں کہیں اللہ تعالیٰ کی حدود توڑنے کا خطرہ محسوس ہوا یا اللہ تعالیٰ کے احکام کو پس پشت ڈالا گیا تو اس نبیٔ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خالق اور مالک اور

معبود جل جلالہٗ کی عظمت کو برقرار رکھتے ہوئے دوسرا پہلو اختیار کیا اور یہی اللہ تعالیٰ کا حکم دیا گیا تھا، ارشادِ قرآنی ہے :۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ وَمَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ۔ (پ۱۰ سورۃ التوبہ آیت ۷۳)	اے نبی کافروں اور منافقوں سے لڑائی کر اور ان پر سختی کر اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ بُری جگہ ہے۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرمایا کہ آپ کافروں اور منافقوں کے ساتھ جہاد کریں۔ یعنی اُن لوگوں کے ساتھ بھی جہاد کریں جو بظاہر تو آپ کا کلمہ پڑھتے ہیں مگر باطن میں آپ کے دین کے خلاف ہیں جس پر اُن کا کردار گواہی دے رہا ہے، اور :۔

ان پر سختی بھی کریں، یعنی ان کے ساتھ گفتار اور کردار میں ایسا برتاؤ فرماویں کہ جس سے سختی اور ناراضگی کا اظہار ہو۔ اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ ان سب کا انجام دوزخ ہے۔ اس کے مقابلہ میں مخلص اور سچے مسلمانوں کے ساتھ رحیمانہ اور مشفقانہ تعلق رکھنے کا حکم ارشاد فرمایا :۔

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ لِنتَ لَهُمْ۔ (آل عمران ۱۵۹)	پھر اللہ تعالیٰ کی رحمت سے آپ ان کے لیے نرم ہو گئے۔
بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ۔ (توبہ ۱۲۸)	مومنوں پر نہایت شفقت کرنے والے مہربان ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کے احکام کو عملاً جاری کرنے کے لیے جو اقدام فرماتے تھے، اُن میں سے چند بطور شہادت کے درج کیے جاتے ہیں :۔

(۱) قبیلہ بنو مخزوم کی ایک لڑکی نے، جس کا نام فاطمہ تھا، چوری کی، جس سے حد ساقط

کرانے کے لیے حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ نے سفارش کی مگر سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

وَاللّٰہِ لَوْ اَنَّ فَاطِمَۃَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ یَدَھَا۔ (مشکوٰۃ)	اور اللہ تعالیٰ کی قسم اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو میں اس کا بھی ہاتھ ضرور کاٹ ڈالتا۔

(۲) جو مسلمان مرد بغیر کسی شرعی عذر کے نماز باجماعت ادا کرنے کے لیے مسجد میں نہیں آتے، اُن کے بارہ میں یہ ارشاد فرمایا:۔

ترجمہ:۔ "میرا جی چاہتا ہے کہ لکڑیاں اکٹھی کروں، اور اذان کے بعد مسجد میں نماز باجماعت ادا کرنے کے لیے کسی کو مقرر کر دوں اور خود اُن مسلمانوں کے پاس جاؤں جو نماز باجماعت کے لیے مسجد میں نہیں آتے تو اُن کو اُن کے گھروں سمیت جلا ڈالوں"

(۳) غزوہ احزاب کے موقع پر شدید مصروفیت کی وجہ سے نمازِ عصر کا وقت نکل گیا تو سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کافروں کے لیے بددعا کرتے ہوئے فرمایا:۔

مَلَأَ اللّٰہُ بُیُوْتَھُمْ وَقُبُوْرَھُمْ نَارًا حَبَسُوْنَا عَنِ الصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی صَلٰوۃِ الْعَصْرِ۔	اللہ تعالیٰ ان کے گھروں اور قبروں کو آگ سے بھر دے انہوں نے ہم کو درمیانی نماز (نماز عصر) سے روک رکھا۔

(۴) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کسی جھوٹی روایت کو یا کسی جھوٹی بات کو منسوب کرنے والے کے لیے ارشاد فرمایا:۔

ترجمہ:۔ "جو کوئی مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولے گا اُسے اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنانا چاہیئے"

چنانچہ حیاتِ مبارکہ میں ایسے کذاب کو آگ میں جلانے کا حکم صادر فرمایا:۔

"مدینہ منورہ کے قریب ایک قبیلہ بنو لیث نامی آباد تھا، اُن سے ایک آدمی نے اسلام کے ظہور سے پہلے رشتہ مانگا تھا مگر انہوں نے انکار کر دیا تھا، اسلام کے ظہور کے بعد جب وہ قبیلہ مشرف بہ اسلام ہو گیا تو وہی آدمی اُن کے ہاں بہترین لباس پہن کر گیا اور یہ کہا کہ مجھے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خلعت عطا فرما کر تمہارے پاس بھیجا ہے کہ میں تمہارے درمیان خونی اور مالی تنازعات کا فیصلہ کر دوں' اور اس بہانہ کے ساتھ اسی گھر میں جا ٹھہرا۔

اس قبیلہ نے سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس کی تصدیق کے لیے اپنا قاصد بھیجا تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس اللہ تعالیٰ کے دشمن نے جھوٹ کہا ہے۔ اگر تو اُسے زندہ پالے تو اس کو قتل کر کے آگ میں جلا دے۔ اور ایک روایت میں یوں بھی ہے کہ اسے قتل کر دے۔ اور ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ اس کے پہنچنے سے پہلے وہ بدبخت وضو کے لیے پانی کے قریب آیا تو اُسے سانپ نے کاٹا اور وہیں مر گیا۔ جب سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ملی تو فرمایا وہ آگ میں جل رہا ہے" (الصارم صفحہ ۱۶۶)

(۵) مدینہ منورہ میں ایک قبیلہ عُرَینہ کے کچھ لوگوں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر اسلام قبول کر لیا مگر ان کو مدینہ منورہ کی آب و ہوا موافق نہ آئی، تو ان کو حضور سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس اصطبل میں بھیج دیا جہاں زکوٰۃ کے اونٹ تھے۔ ان بدبختوں نے اُونٹ چرانے والے کو تو قتل کر ڈالا اور اسلام چھوڑ کر اونٹ بھی لے گئے

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے وہ پکڑے گئے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش کیے گئے، آپ نے اُن کے ہاتھ اور پاؤں (دایاں اور بایاں) کاٹنے کا حکم دیا اور لوہے کی سلائی گرم کر کے اُن کی آنکھوں میں پھروادی اور پھر گرم ریت پر اُن کو پھینک دیا تاآنکہ اسی طرح تڑپ تڑپ کر وہ ہلاک ہوگئے۔ (کتب الحدیث)

ان بدبختوں نے تین جرم کیے تھے۔ ا۔ اسلام لانے کے بعد مرتد ہوگئے اور ۲۔ ایک صحابی کو قتل کر دیا اور ۳۔ مال لوٹ کر لے گئے۔ اس لیے ان کو یہ تینوں سزائیں دی گئیں۔

(۶) سید دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو پتہ چلا کہ ایک بدبخت نے اپنی سوتیلی والدہ کو بیوی بنا کر رکھا ہوا ہے تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ کو ایک جھنڈا دے کر بھیجا کہ اُس کی گردن اتار کر حضور کے پاس لے آئے۔ (مشکوٰۃ)

(۷) حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے کہ:۔

اَنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی بَعَثَنِیْ رَحْمَۃً لِّلْعَالَمِیْنَ وَھُدًی لِّلْعَالَمِیْنَ وَاَمَرَنِیْ رَبِّیْ عَزَّوَجَلَّ بِمَحْقِ الْمَعَازِفِ وَالْمَزَامِیْرِ وَالْاَوْثَانِ وَالصُّلُبِ وَاَمْرِ الْجَاھِلِیَّۃِ۔ (مشکوٰۃ باب الخمر)	بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے اور تمام جہانوں کے لیے ہادی بنا کر بھیجا ہے اور مجھے میرے عزت اور جلال والے رب نے حکم دیا ہے کہ میں بجانے اور گانے کے آلات کو اور بتوں کو اور صلیبوں اور اسلام سے پہلے کفر کی تمام رسموں کو توڑ ڈالوں۔

(ف) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ارشاد میں تین باتیں فرمائیں:۔

(۱) اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

(۲) اور رحمت کا تقاضا ہے کہ امت کی نیک اعمال کی طرف راہنمائی کروں۔

(۳) اور اس راہنمائی کا ایک حصہ یہ بھی ہے کہ گانے بجانے اور شرک و کفر کی رسوم کی تمام

اشیاء کو توڑ ڈالوں۔ یہ بھی سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت کا ایک عمل ہے کہ امت کو گمراہ کرنے والی اشیاء کو توڑ دیا جائے۔

تو جہاں اسلام پر ظلم ہو رہا ہو ظالم کی امداد سے اسلام پر مزید ظلم ہو گا، اس لیے ظالم پر رحم و کرم اسلام پر ظلم کے مترادف ہے۔

(۸) حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:۔

"ایک آدمی نے سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ مبارکہ میں جھانک کر دیکھا جب کہ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک میں ایک چھری نما چیز تھی جس سے آپ اپنے سر مبارک پر کھجلی فرما رہے تھے، اُسے دیکھ کر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تو مجھے دیکھ رہا تھا تو میں یہ چھری تیری دونوں آنکھوں میں پھیر دیتا (تجھے معلوم نہیں کہ) کسی کے گھر جانے کے لیے اجازت کا طلب کرنا تو اچانک نظر سے بچنے ہی کے لیے ہے"

(مشکوٰۃ باب ما لا یضمن من الجنایات)

ایک سوال اور اس کا جواب

سوال:۔ جناب رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے کئی آدمیوں کو معاف فرما دیا ہے جنہوں نے اسلام لانے سے پہلے آپ کی عملی اور قولی طور پر مخالفت کی تھی، اس لیے اس گناہِ کبیرہ کے مرتکب کو توبہ کر لینے کے بعد معاف کر دیا جائے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ:۔

"اس مجرم نے سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں گستاخی

کر کے بہت بڑے جرم کا ارتکاب کیا ہے، اس لیے سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر بعض لوگوں کو معاف فرما دیا ہے تو یہ ان کا اپنا عفو و کرم تھا امت میں سے کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ ایسے مجرم کو معاف کر دے، اور یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ جب امت میں سے کسی کی حق تلفی یا اس کے درپئے آزار ہونے کو دوسرا کوئی معاف نہیں کر سکتا تو سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف لب کشائی کو امت کیسے معاف کر سکتی ہے؟!

(زاد المعاد، جلد ۳، صفحہ ۲۵۸)

(ف) جناب رسولِ رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ان جان نثاروں کو اپنی خصوصی دعاؤں سے نوازا اور ان پر خصوصی شفقت فرمائی، جیسا کہ عصماء نامی گستاخ عورت کے قاتل کو جو کہ نابینا تھا بصیر کے خطاب سے نوازا۔ (وفاء الوفاء)

کعب بن اشرف یہودی جو کہ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف زبان درازی کرتا تھا، جب سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے چند صحابہ کرام نے اس کو قتل کیا تو حضرت حارث بن اوس رضی اللہ عنہ اس معرکہ میں شدید زخمی ہوئے، صحابہ کرام ان کو اٹھا کر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ان کے زخم پر لعاب مبارک لگایا جس سے وہ فوراً تندرست ہو گئے۔

اسی طرح ابن ابی الحقیق گستاخِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کرنے والوں میں سے حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ اپنی نظر کی کمزوری کی وجہ سے سیڑھی سے گرے تو آپ کا ہاتھ زخمی ہو گیا، آپ نے نظرِ شفقت فرمائی تو آپ فوراً تندرست ہو گئے۔ (سیرت ابن ہشام)

(ف) حدود اور قصاص کا جاری کرنا یہ حکومتِ اسلامیہ کا فریضہ ہے افراد کو یہ حق حاصل نہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُولُهٗ وَالَّذِينَ اٰمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ ● وَمَنْ يَتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُولَهٗ وَالَّذِينَ اٰمَنُوا فَإِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُونَ ● (سورۃ المائدہ آیت ۵۵، ۵۶)

ترجمہ

تمہارا رفیق تو وہی اللہ ہے اور اس کا رسول اور جو ایمان والے ہیں جو کہ قائم ہیں نماز پر اور دیتے ہیں زکوٰۃ اور وہ عاجزی کرنے والے ہیں ● اور جو کوئی دوست رکھے اللہ کو اور اس کے رسول کو اور ایمان والوں کو تو اللہ کی جماعت وہی سب پر غالب ہے ●

ترجمہ از شیخ الہندؒ

اعترافِ تقصیر

یہ گنہگار اس امر کا اقرار کرتا ہے کہ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ رفیع کو جس طرح بیان کرنا چاہیئے یہ گنہگار اس کا معمولی سا حصہ بھی بیان نہیں کر سکتا۔ پھر اس مسئلہ پر جو جلیل القدر علماء اور ائمہ مجتہدین کے ہاں زیرِ قلم رہا ہے، مجھ جیسا کم علم، ناتواں اس پر کیا لکھ سکتا ہے۔ البتہ اتنا ضروری ہے کہ جو لکھا ہے وہ اس عشق اور محبت سے متاثر ہو کر لکھا ہے جو اس گنہگار کے دل میں محبوبِ کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق پایا جاتا ہے۔ اللّٰھم تقبّل وبارك وزدفزد۔

یہ جو کچھ لکھا گیا ہے محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے لکھا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو ادبِ رسالت سے نوازے اور وہ سمجھ جائیں کہ ؏

با ادب با نصیب — بے ادب بے نصیب

اور ہر مسلمان کو توقیرِ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر دل کے یقین کے ساتھ ایمان نصیب فرمائے۔ اور اسلامی حکومتوں، مسلمان فرمانرواؤں کو شاتمانِ حبیبِ رب العالمین، رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو شرعی سزا پوری طور پر دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

ہیچمداں محتاجِ شفاعت سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم

محمد زاہد الحسینی

حال وارد: منزل انوار القرآن، ایبٹ آباد

۱۶ ذیقعدہ ۱۴۰۶ھ مطابق ۲۴ جولائی ۱۹۸۶ء

رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت پیدا کرانے کیلئے مندرجہ ذیل کتب کا مطالعہ مفید ہے

① رحمۃ للعٰلمین

مرتبہ :۔ قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ

② قصیدہ برء الداء اور اس کی شرح عطر الوردہ

مرتبہ: مولانا ذوالفقار علی دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ

③ لامیۃ المعجزات

مرتبہ :۔ مولانا حبیب الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ سابق مہتمم دار العلوم دیوبند یہ عربی زبان کا قصیدہ ہے جس میں سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک سو معجزات کو نظم میں قلمبند کیا گیا ہے اور اس کی شرح اردو زبان میں مولانا اعزاز علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی ہے۔

④ رحمتِ کائنات

مرتبہ :۔ مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی — عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اردو زبان میں پہلی جامع کتاب ہے جس کے مطالعہ سے بعض جلیل القدر علماء کرام کو سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کی زیارت کا شرف حاصل ہوا ہے۔ پاکستان کے مفتی اعظم مولانا محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا خیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ جیسے اکابر نے تحریر فرمایا ہے کہ اس کتاب کے مطالعہ سے ان کے دل میں حُبِّ نبوی کا اضافہ ہوا ہے۔ الحمد للہ یہ کتاب اکابر علماء دیوبند کی رائے سے بھارت میں بھی طبع ہو گئی ہے۔ ہدیہ -/۱۲۰ روپے

⑤ تذکرہ دیارِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم

مدینہ منورہ کی مفصل تاریخ وفاء الوفاء کا اردو زبان میں ترجمہ کیا گیا ہے۔ فی الحال جلد اول طبع ہو چکی ہے۔ ہدیہ -/۱۵۰ روپے

دورِ حاضر کے خطرناک دینی فتنہ انکار البعث بعد الموت سے محفوظ رہنے کیلئے

رحمتِ کائنات

کا مطالعہ فرمائیں جس کے بارہ میں اکابر علماء کرام کی آراء کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

(۱) مرشد العلماء حضرت مولانا شاہ عبد القادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ

احقر تو ان حضرات (حضرت نانوتویؒ و حضرت مدنیؒ) کے ساتھ ہی ہے جو ان اکابر کا عقیدہ ہے وہی احقر کا عقیدہ ہے، آپ اپنا عقیدہ علمائے دیوبند ہی کا رکھیں یہی عقیدہ صحیح ہے۔

(۱۷ ربیع الاول ۱۳۷۸ھ، ۲ اکتوبر ۱۹۵۸ء لاہور)

(۲) شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ

مکرم و محترم مد فیوضکم بعد سلام مسنون! پیکٹ مرسلہ رحمتِ کائنات ۲ عدد پہنچکر موجبِ منت ہوا، حضرت اقدس رائے پوری دام مجدہم کے نام کا نسخہ حضرت کی خدمت میں اسی وقت پیش کر دیا۔ یہ ناکارہ دعا کرتا ہے کہ حق تعالیٰ شانہ اپنے فضل و کرم سے مساعی جمیلہ کو مثمر برکات بنائے اور دونوں جہانوں میں اس مبارک جدوجہد کی جزائے خیر اپنی شایانِ شان عطا فرمائے۔

والسلام ؛ زکریا، مظاہر علوم ۳۰ جمادی الثانی ۱۳۷۸ھ

(۳) استاذ العلماء مولانا شمس الحق افغانی رحمۃ اللہ علیہ

"رحمتِ کائنات" ابھی پہنچی اور مطالعہ سے بھی فارغ ہوا، مطالعہ کر کے دل خوش ہوا اور دعائیں دیں، اللہ کریم آپ کو ایسی خدمات کے لیے تادیر سلامت رکھے۔ آمین (۱۵ جون ۱۹۵۸ء)

(۴) مفتیٔ اعظم پاکستان مولانا محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ سابق مفتیٔ اعظم دار العلوم دیوبند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ــــ رسالہ "رحمتِ کائنات" مصنفہ مولانا محمد زاہد الحسینی کا تقریباً پورا مطالعہ کیا۔ حیاتِ انبیاء علیہم السلام کے مسئلہ پر نہایت نافع اور مفید تحقیقات جمہور اہلسنت والجماعت کے عقیدہ کے مطابق جمع کر دی ہیں، اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرماویں، مسئلہ کے متعلق تحقیقات کے ضمن میں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تا قیامت باقی رہنے والے فیوض و برکات اور آثار حیات کا ذکر آیا ہے وہ خود ایک نہایت مفید مضمون ہے جس سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و محبت مومن کے قلب میں بڑھتی ہے جو سرمایۂ سعادت دنیا و آخرت ہے (رزقنا اللہ تعالیٰ) مجھے بھی اس سے بڑا نفع پہنچا، دل سے دعا نکلی۔

(بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ دار العلوم کراچی، ۴ ربیع الثانی ۱۳۷۸ھ)

⑤ حضرت مولانا خیر محمد صاحب (قدس سرہٗ) خلیفہ مجاز حکیم الامۃ حضرت تھانوی قدس سرہٗ

رسالہ کا حرفاً حرفاً مطالعہ کیا، الحمد للہ رسالہ کا ہر ہر حرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جناب کے عشق و محبت اور اخلاص کا ترجمان نظر آتا ہے۔ مطالعہ کی برکت سے احقر اپنے قلب میں بھی محبتِ نبوی میں ترقی و اضافہ محسوس کرتا ہے۔ اللّٰھم زد فزد (۴ جون ۱۹۷۸ء)

⑥ حضرت رائپوریؒ کے خلیفۂ ارشد اور علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے تلمیذ رشید حضرت مولانا محمد انوری نے "رحمتِ کائنات" کے مطالعہ سے جو برکات حاصل کی ہیں وہ ان ہی کے الفاظ میں درج ذیل ہیں:-

"عجب اتفاق ہے "رحمتِ کائنات" دیکھ رہا تھا، غالباً ۳ رمضان المبارک تھا، دوپہر کا وقت تھا قیلولہ کیا، آنحضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارتِ مبارک سے مشرف ہوا، کچھ صحابۂ کرام ساتھ تھے حضرت ابوہریرہ، حضرت انس، حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہم) کا نام یاد رہ گیا ہے۔ حیات النبی کے مسئلہ کی تحقیق پر خوشی کا اظہار فرمایا اور بشارات سنائیں" (محمد عفی عنہ ۶ رمضان ۱۳۷۸ھ یوم الخمیس)

⑦ حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی قدس سرہ العزیز

احقر اور احقر کے مشائخ کا مسلک وہی ہے جو "المہند" وغیرہ میں بالتفصیل مرقوم ہے یعنی برزخ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء علیہم السلام بجسدِ عنصری زندہ ہیں، جو حضرات اس کے خلاف ہیں وہ اس مسئلہ میں دیوبند کے مسلک سے ہٹے ہوئے ہیں۔

(محمد طیب، مدیر "دار العلوم دیوبند" حال وارد ملتان، پاکستان۔ ۴ ربیع الثانی ۱۳۷۸ھ)

ملنے کا پتہ

ناظم دار الارشاد، مدنی روڈ، اٹک شہر، پاکستان (فون ۲۴۸۴)